صدائے لبیک



ایم اے کمال

AL-NAZRAH PUBLICATION
University Circle, Aligarh

نام کتاب	صدائے لبیک
مصنف	ایم۔ اے۔ کمال
سن اشاعت	مارچ ۲۰۲۶
صفحات	۹۶
عدد	۵۰۰
قیمت	۱۰۰ روپے
ISBN	978-93-5782-353-1
پرنٹنگ	مکتبہ احسان، لکھنؤ

کتاب کے لیے رابطہ کریں:

RAYEE BOOK DEPOT	Katra Allahabad (Prayagraj), Mob. 76685 49370, Email- makamaltc@gmail.com
MAKTABA AHSAN	Lucknow, Mob.: 9335982413
AL-NAZRAH PUBLICATION	University Circle, Aligarh, Mob. : 9557038250
TAJ BOOK DEPO	Akbari Gate, Chowk, Lucknow, 9565004747

انتساب(Dedication)

"ان معصوم نگاہوں کے نام جو غزہ کے ملبے میں دبی ہیں، مگر جن میں امید کا نور باقی ہے۔"

"ان ماؤں کے نام۔ جنہوں نے اپنے لاڈلوں کو خدا کے سپرد کیا اور **'الحمدللہ'** کہا۔"

ایک عرضِ مصنف

میں ایک سودے بازی بھی کر رہا ہوں اور اس پر معذرت خواہ بھی ہوں۔ میں اپنی اس ناقص سی تحریر اور چند لفظوں کی کاوش کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے، اپنے والدین کے لیے بخشش اور بلندیِ درجات کا سوال کرتا ہوں۔ میرا یہ قلم ان کی پرورش کا قرض تو ادا نہیں کر سکتا، مگر ان کی روح کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ ضرور ہے۔

یا اللہ! ان کی قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، ان کی لغزشوں کو درگزر فرما اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کر۔ جتنے بھی ہاتھ اس سفر نامے کو پڑھ کر مظلوموں اور میرے والدین کے لیے اٹھیں، ان سب کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما۔

آمین، ثم آمین۔

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ا۔ اپنی بات (Author's Note)

حج کا سفر صرف ظاہری ارکان اور عبادتوں کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ امتِ مسلمہ کے اتحاد اور باہمی ہمدردی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ میرا حج ۲۰۲۵ کا یہ سفر اس دور میں ہو رہا تھا، جب دنیا کی سب سے مظلوم قوم غزہ کے شہری اپنے وجود کی جنگ لڑ رہے تھے۔ میرا یہ حج کا سفر محض ایک انفرادی عبادت نہیں رہا، بلکہ یہ امت کی بے بسی، ان کی سسکیوں اور پھر ان کے اٹوٹ اتحاد کا جیتا جاگتا گواہ بن گیا۔ سفر حج کے دوران جہاں روحانی سکون تھا، وہیں فلسطینی بھائیوں کی بے بسی کا غم دل کو مسلسل کچوٹتا رہا۔

تعریف کے قابل تو غزہ کے وہ پچیس لاکھ غیور فلسطینی ہیں، جو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے بیت المقدس کی بقا (Survival) کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ دنیا بھر کے عام مسلمانوں کے دلوں میں تو اپنے فلسطینی بھائیوں کے لیے بے پناہ ہمدردی ہے۔

یہ گواہی تھی اس درد کی، جو آج پوری امت محسوس کر رہی ہے۔ جب میں مکہ کی تپش میں طواف کر رہا تھا یا منیٰ کے خیموں میں بیٹھا تھا، تو میرا دل بار بار ایک ہی سوال پوچھتا تھا" : کیا میرے یہ ارکانِ حج ربِ قدیر کی بارگاہ میں مقبول ہوں گے، جبکہ مظلوم فلسطینیوں پر ظلم کے شعلے برس رہے ہیں اور ہم بے بس تماشائی بنے ہوئے ہیں؟"

یہ کتاب انہی بے چینیوں، مدینہ کی اس ٹھنڈی ہوا اور عرفات کے میدان میں مانگی گئی ان دعاؤں کا مجموعہ ہے جو کاغذوں پر نہیں، بلکہ روح پر نقش ہو گئی تھیں۔

کتاب کا مقصد

یہ سفر نامہ محض ایک 'حج کے مسافر' کے جذبات اور اس کی روحانی کیفیت کا آئینہ ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس تحریر کو مسلکی پیچیدگیوں اور فقہی بحثوں سے پوری طرح دور رکھا جائے۔ لہٰذا، تمام پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ حج کے مسائل، عبادت کے صحیح احکام اور فقہی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے اپنے اپنے معتبر 'علمائے کرام' سے رجوع کریں یا مستند کتابوں کا سہارا لیں۔

ایک پیغام

اس مختصر سفر نامے کو لکھنے کا میرا مقصد اپنے دل کی اس تڑپ کو بیان کرنا ہے، جو آج بھی میرے اندر ایک عجیب سی بے چینی پیدا کر رہی ہے۔ یہ محض الفاظ نہیں، بلکہ وہ احساسات ہیں جو حرم کی گلیوں اور منیٰ کے میدانوں میں میری روح نے محسوس کیے۔

اس سفر نامے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مستقبل کے حج مسافروں کو ان تمام دشواریوں اور پیچیدگیوں سے آگاہ کر سکوں، جن کا سامنا میں نے اپنے اس سفر میں کیا۔ اللہ کی راہ کے ان مسافروں کے لیے میرا یہ ناقص تجربہ ایک ایسی روشنی ثابت ہو سکے، جس سے ان کا سفر آسان، محفوظ اور زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو سکے۔ اکثر معلومات کی کمی کی وجہ سے حاجی حج کے ارکان یا وہاں کے انتظامات میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور اس روحانی سکون سے محروم ہو جاتے ہیں، جس کے لیے وہ اتنی دور کا سفر طے کرتے ہیں۔ اگر اس سفر نامے سے کسی کو اپنے حج کے سفر میں کوئی مدد مل سکے، تو میرا لکھنا بامقصد ہو گا۔ اللہ آپ سب کے سفروں کو آسان، مبارک اور مقبول فرمائے۔ آمین!

۲۔ لبیک اور پہلی پکار

۲۸ اپریل کی وہ تاریخ میرے ذہن میں نقش ہے، جب ہمارا سفر سیدھے 'مدینة المنورہ' کے لیے شروع ہوا۔ دل میں ایک عجیب سی ہلچل تھی۔ یوں تو انسان زندگی میں کئی سفر کرتا ہے، مگر یہ سفر کسی شہر کی طرف نہیں، بلکہ اپنی روح کے مرکز کی طرف تھا۔

گھر کی دہلیز پار کرتے ہی دل میں جو کیفیت پیدا ہوئی، اسے بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ خوشی اور ڈر کا ایک عجب ملا جلا احساس تھا۔ خوشی اس بات کی کہ کائنات کی سب سے مقدس ہستی ﷺ کے در پر حاضری ہونے جا رہی ہے، اور ڈر اس بات کا کہ کیا میں گناہگار اس قابل ہوں؟

گھر کی دہلیز چھوڑنے سے لے کر ایئرپورٹ اور فلائٹ تک، 'لبیک اللھم لبیک' کی صداؤں کے ساتھ منزل کو طے کرتے رہے۔

لبیک اللھم لبیک	میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں
لبیک لا شریک لک لبیک	میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں
ان الحمد، والنعمة، لک والملک	بے شک، تمام تعریفیں، تمام نعمتیں اور پوری بادشاہت تیری ہی ہے
لا شریک لک	تیرا کوئی شریک نہیں ہے

میری چھوٹی بیٹی، جس کی عمر محض ۱۰ سال تھی، اس کا اپنی ماں سے لپٹنا اور اس جدائی کے احساس سے میری بیگم کے چہرے پر آنے والے جذباتی اتار چڑھاؤ کو میں صاف دیکھ سکتا

تھا۔ ایک طرف ممتا کی وہ ٹیس تھی جو کلیجے کو چیر رہی تھی، اور دوسری طرف 'سفرِ حج' کی وہ امنگ جو تمام دنیاوی رشتوں پر بھاری پڑ رہی تھی۔

پہلے ہمیں مدینہ میں ۸ دن کا قیام کرنا تھا، حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں ۴۰ نمازیں ادا کرنی تھیں، مدینے سے احرام باندھ کر اور پھر مکہ پہنچ کر عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھولنا تھا۔ اصل حج کا احرام تو بعد میں ۷/۸ ذوالحجہ کو دوبارہ باندھنا تھا۔ مدینہ کے ان ۸ دنوں میں، ہر نماز کے ساتھ یہ احساس گہرا ہوتا گیا کہ میں اس در پر ہوں جہاں پوری کائنات کا سکون سمٹ آیا ہے۔

مدینہ کی حاضری: حج کی روحانی تکمیل

یہ سچ ہے کہ مناسکِ حج کے ارکان میں مدینہ منورہ کی حاضری شامل نہیں، مگر کیا کوئی حاجی اپنے محبوب ﷺ کی چوکھٹ پر سر جھکائے بغیر وطن واپس لوٹ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کعبہ اگر ایمان کا مرکز ہے، تو مدینہ اس ایمان کی روح ہے۔ ایمان تب تک مکمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک اللہ کے رسول ﷺ کی محبت دنیا کی ہر چیز، یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر نہ ہو جائے۔

لوگ سوال کرتے ہیں کہ یہ کیا کشش ہے کہ انسان اپنا مال، جان اور وقت سب کچھ اس ذاتِ بابرکت پر قربان کرنے کو تیار رہتا ہے؟ اس کا جواب وہی جان سکتا ہے جس نے سنہری جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس ٹھنڈی اور معطر ہوا کو محسوس کیا ہو جو روح کو پاک کر دیتی ہے۔

مکہ میں ہم 'رب' کی بڑائی کا اقرار کرتے ہیں، تو مدینہ میں ہم اس نبی کا شکر ادا کرتے ہیں جن کے صدقے ہمیں خدا کی پہچان ملی۔ حاجی مکہ سے گناہوں کی معافی لے کر نکلتا ہے اور مدینہ سے جینے کا سلیقہ اور محبت کا سلیقہ لے کر گھر لوٹتا ہے۔ واقعی، مدینہ کی حاضری کے بغیر سفر حج مکمل تو ہو جاتا ہے، مگر روحانی طور پر ادھورا سا رہتا ہے۔

محسنِ انسانیت ﷺ اور محبت کا تقاضا

اللہ کے رسول ﷺ کا مقام اور ان سے محبت کا تقاضا محض لفظوں کا محتاج نہیں۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی انسانیت پر شفقت اور رحمت کی وہ مثال ہے جس کی نظیر کائنات میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ اس دور میں تشریف لائے جب مکہ کی زمین اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ دفن ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آپ نے عورتوں کو معاشرے میں عزت کا مقام دیا، یتیموں کے سر پر شفقت کا سایہ رکھا اور کعبہ کو انسانوں کے ہاتھوں بنائے جھوٹے خداؤں سے پاک کر کے انسانیت کی عظمت کو بحال کیا۔

آپ ﷺ کی راہیں پھولوں کی سیج نہ تھیں۔ شعبِ ابی طالب کی وہ سختیاں اور فاقے ہوں، یا طائف کے اوباش لڑکوں کا وہ ظلم جس نے 'رحمۃ للعالمین' کے جسمِ اطہر کو لہولہان کر دیا، مگر قربان جائیے آپ کی رحمت پر! جب پہاڑوں کے فرشتے نے طائف کی بستی کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دینے کی اجازت مانگی، تو 'محسنِ انسانیت' نے منع کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

"نہیں، مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ہدایت پائیں گی۔"

واقعی، آپ ﷺ کی سیرت کا ہر پنہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں، بلکہ آپ کے بے مثال اخلاق اور بے پناہ محبت سے پھیلا ہے۔

۱۔ امین اور صادق: دشمن کی گواہی اعلانِ نبوت سے پہلے ہی مکہ کے لوگ آپ کو 'امین' (امانت دار) اور 'صادق' (سچا) کہتے تھے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی، تو اس وقت بھی آپ کے پاس ان لوگوں کی امانتیں رکھی تھیں جو آپ کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو رکنے کا حکم دیا تاکہ وہ ان دشمنوں کی امانتیں لوٹا سکیں۔ یہ سکھاتا ہے کہ اختلاف اپنی جگہ، لیکن ایمانداری پر کوئی سمجھوتہ نہیں۔

۲۔ فتحِ مکہ: معافی کی عظیم مثال جب آپ ﷺ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، تو وہ شہر جہاں سے آپ کو پتھر مار کر نکالا گیا تھا، وہ آج آپ کے قدموں میں تھا۔ لوگ ڈر کے مارے کانپ رہے تھے کہ آج خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ مگر آپ نے کیا فرمایا؟ "آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔" یہاں تک کہ آپ نے اپنے سب سے بڑے دشمن اور حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کو بھی معاف کر دیا۔ یہ انتقام (Revenge) پر رحمت کی جیت کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔

۳۔ مساوات (Equality): حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کا مقام عرب کے معاشرے میں نسل اور رنگ کا بہت غرور تھا۔ آپ نے اس غرور کو مٹی میں ملا دیا۔ آپ نے ایک حبشی غلام (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو اسلام کا پہلا مؤذن بنایا اور کعبہ کی چھت پر کھڑا کیا۔ یہ دنیا کو پیغام تھا کہ اللہ کے نزدیک بڑا وہ ہے جس کا تقویٰ بڑا ہے، نہ کہ وہ جس کا خاندان یا رنگ گورا ہے۔

۴۔ جانوروں اور درختوں پر شفقت آپ ﷺ کی رحمت صرف انسانوں تک محدود نہ تھی۔ آپ نے بھوکے اونٹوں کو دیکھ کر ان کے مالکوں کو ڈانٹا، چڑیا کے بچوں کو گھونسلے سے نکالنے پر ناراضگی جتائی اور یہاں تک فرمایا کہ "اگر قیامت کی دیوار سامنے کھڑی ہو اور تمہارے ہاتھ میں ایک چھوٹا پودا ہو، تو اسے لگا دینا۔" یہ آج کے دور کے لیے ماحولیات (Environment) کا سب سے بڑا اسبق ہے۔

۵۔ غریبوں اور پڑوسیوں کے حقوق آپ نے فرمایا: "وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔" آپ نے اپنی پوری زندگی سادگی میں گزاری۔ اکثر آپ کے گھر میں کئی کئی دنوں تک چولہا نہیں جلتا تھا، اور آپ ﷺ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودتے تھے، تاکہ امت کو محنت اور صبر کا سبق ملے۔ مدینہ کی حاضری اور حضور ﷺ کے روضۂ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم اس نبی کے امتی ہیں جس نے پتھر کھا کر بھی دعائیں دیں۔ ان کی سیرت محض ایک کتاب نہیں، بلکہ اندھے راستوں میں بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نور کا وہ مینار ہے، جس کی روشنی قیامت تک مدھم نہیں ہوگی۔

۳۔ درِ رسول ﷺ پر ایک مجرم کی حاضری

۲۹ اپریل کی وہ مقدس صبح، جب مدینہ کی ٹھنڈی ہواؤں نے ہمارا استقبال کیا۔ ظہر کی نماز مسجدِ نبوی ﷺ میں ادا کرنے کی سعادت ملی۔ اب وہ لمحہ تھا جب مجھے روضۂ پاک ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا تھا۔

چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانبِ طیبہ

نظر شرمندہ شرمندہ، بدن لرزیدہ لرزیدہ

مگر دل کا حال عجیب تھا۔ جیسے جیسے سنہری جالیوں کے قریب پہنچ رہا تھا، قدموں تلے سے زمین کھسک رہی تھی۔ حقیقت تو یہ تھی کہ میں کہیں سے بھی رحمۃ للعالمین ﷺ کو اپنی شکل دکھانے کے قابل نہ تھا۔ میں گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا، ندامت (پچھتاوے) کے آنسوؤں اور شرمندگی میں پوری طرح سرابور تھا۔

جب میں نے روضۂ پاک کی جانب منہ کر کے کانپتے لبوں سے سلام پیش کیا، تو روح کے اندر ایک ایسی چوٹ لگی جس نے مجھے اندر تک ہلا دیا۔ اس وقت میرا ضمیر (Conscience) جیسے چیخ کر کہہ رہا تھا- ایک ایسی آواز جو شاید حضور ﷺ کی رحمت کے آئینے میں میری اپنی حقیقت تھی:



"تم یہاں کس منہ سے آئے ہو؟ تم تو اپنے نفس کے پرستار ہو! تمہارے دلوں میں دورنگی (Hypocrisy) ہے۔ یہاں آکر تو تم ندامت کا ڈھونگ کر رہے ہو، مگر کیا یقین ہے کہ یہاں سے باہر نکلتے ہی تم پھر وہی سب نہیں کروگے جو اب تک کرتے آئے ہو؟ کیا تمہاری یہ توبہ صرف ان چند لمحوں کے لیے ہے؟"

وہ احساس اتنا سخت تھا کہ ایسا لگا مانو میری روح عریاں ہو گئی ہو۔ وہ 'مرکزِ توجہ' جو اب تک صرف ایک زیارت تھی، اب میرے اپنے نفس کے ساتھ ایک جنگ بن چکی تھی۔ اس وقت مجھے اپنی ریاکاری کا احساس ہوا کہ ہم کیسے دنیا کے مفادات کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کرتے ہیں اور پھر رحمت کے در پر آکر آنسو بہاتے ہیں۔

اس دن مدینہ میں میں نے جانا کہ سچا سلام وہ نہیں جو زبان سے ادا ہو، بلکہ وہ ہے جو انسان کی پوری زندگی بدل دے۔ وہ شرمندگی اب میری بقیہ زندگی کا سب سے بڑا سبق بن چکی تھی۔

ندامت سے شفاعت تک-امید کا کنارہ

جب ضمیر نے 'منافقت' کا آئینہ دکھایا اور میں اپنی ہی نظروں میں گر گیا، تب اسی چوکھٹ سے ایک میٹھی سی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا۔ ایسا لگا جیسے رحمتِ دوعالم ﷺ کی طرف سے ایک خاموش دلاسہ ملا ہو- کہ 'مانا تم گنہگار ہو، مانا کہ ندامت ادھوری ہے، مگر تم آئے تو آخر میرے ہی در پر ہو'!

میں نے محسوس کیا کہ میری ریاکاری پر آپ کی رحمت بھاری ہے۔ اگر آپ ﷺ جیسا شفیق نبی ہماری سفارش نہ کرے گا، تو ہم جیسے گنہگاروں کا ٹھکانا کہاں ہو گا؟

اس دن میری دعاؤں کا 'مرکزِ توجہ' بدل گیا۔ اب میں صرف اپنی ضرورتیں نہیں مانگ رہا تھا، بلکہ یہ التجا کر رہا تھا" : اے اللہ کے رسول ﷺ! میری اس ٹوٹی پھوٹی حاضری کو قبول فرمائیں۔ میری ریاکاری کو اخلاص (سچائی) میں بدل دیں۔ میں جیسا بھی ہوں، آپ کا امتی ہوں۔ روزِ محشر (قیامت کے دن) جب سب اپنی جان بچانے میں لگے ہوں گے، تب اپنی 'شفاعت' کی چادر میں اس گنہگار کو بھی جگہ عطا فرمانا۔"

اس وقت روتے روتے دل کو ایک عجب سا اطمینان ملا۔ ایسا لگا جیسے روح پر جمی گرد دھل گئی ہو۔ وہ 'چوٹ' جو دل پر لگی تھی، اب وہ ایک 'مرہم' بن چکی تھی۔ میں وہاں سے ایک مجرم بن کر گیا تھا، مگر لوٹتے وقت حضور ﷺ کی شفاعت کی امید نے مجھے ایک نیا حوصلہ عطا کیا تھا- کہ اب لوٹ کر پھر وہی سب نہیں کرنا، جو اب تک کرتا آیا ہوں۔

ریاض الجنہ -زمین پر جنت کا ٹکڑا

ریاض الجنہ کی زیارت -جو روح کو سکون دینے والا جنت کا ٹکڑا ہے۔ تکنیکی دور میں اب وہاں سیدھے انٹری نہیں ملا کرتی ہے۔ ہمیں 'نسک (Nusuk) 'ایپ سے اپائنٹمنٹ لے کر جانا ہوتا ہے۔ یہ اصول بھیڑ کو قابو کرنے کے لیے ہے۔ مجھے اتفاق سے اگلے دن کا ہی اپائنٹمنٹ مل گیا۔



شفاعت کی اس امید نے میرے اندر ایک عجیب سی تڑپ پیدا کر دی تھی۔ اب میری روح تڑپ رہی تھی کہ کب مجھے اس مقام پر سجدہ نصیب ہو، جسے اللہ کے نبی ﷺ نے 'جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری' فرمایا ہے۔ وہ ریاض الجنہ تھا- جہاں کا ہرا قالین (Carpet) دنیا کی ہر مخمل سے زیادہ مقدس اور قیمتی ہے۔

مدینہ کی ان پُر سکون گلیوں سے گزرتے ہوئے، جہاں کبھی رحمتِ عالم ﷺ کے قدم پڑے تھے، میرا دل دہل رہا تھا۔ بالآخر، وہ گھڑی آئی جب میں اس 'سبز قالین' پر کھڑا تھا۔ اس وقت مجھے اپنی وہ پرانی 'منافقت' اور 'ندامت' پھر یاد آئی، مگر اس بار ان میں ڈر نہیں، بلکہ ایک 'حیا (Modesty) ' تھی۔

میں نے جب وہاں سجدہ کیا، تو ایسا لگا جیسے وقت ٹھہر گیا ہو۔ وہ سجدہ نہیں تھا، بلکہ میرے وجود کی پوری تڑپ کا زمین پر بچھ جانا تھا۔ ریاض الجنہ کی اس چھوٹی سی جگہ پر، جہاں ہزاروں لوگ ایک لمحے کے لیے ترستے ہیں۔ وہاں مانگی گئی ہر دعا کا 'مرکزِ توجہ' اب بدل چکا تھا۔ اب میں دنیا کی دولت یا خوشیاں نہیں مانگ رہا تھا، بلکہ اس 'نورِ ایمان' کی بھیک مانگ رہا تھا جو مجھے دوبارہ ان اندھیروں میں جانے سے بچالے، جن سے میں نکل کر آیا تھا۔

ریاض الجنہ سے باہر نکلتے وقت، مدینہ کی ہوائیں جیسے میرے کان میں کہہ رہی تھیں کہ 'گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو' *۔ وہ 'جنت کا ٹکڑا' اب میرے دل کے اندر بس چکا تھا، اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اس سفر کی روح مجھے ایک نیا انسان بنا کر ہی دم لے گی۔

حالانکہ، 'ایک سفر میں صرف ایک بار ہی 'ریاض الجنہ جانے کی اجازت ہوتی ہے، جو دل کو ملال میں ڈال دیتا ہے کہ کاش تھوڑی دیر اور وہاں رک پاتے۔ مگر، اللہ کا کرم دیکھیے! دو دن بعد، مجھے 'حج کمیٹی' کے گروپ کے ساتھ دوبارہ ریاض الجنہ جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

گنبدِ خضریٰ کے سائے میں - جنت کا احساس

مدینہ منورہ میں میرے سفر کا سب سے حسین اور روحانی لمحہ وہ تھا، جب میں اور میری اہلیہ مغرب کی نماز کے بعد گنبدِ خضریٰ کے سامنے مسجد کے صحن میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ وہاں چلنے والی ٹھنڈی روحانی ہوائیں جیسے روح کو سکون کا پیغام دیتی تھیں۔ وہ احساس - وہ سکون - صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کیفیت سے گزر چکا ہو۔ یہ زندگی کی سب سے حسین شامیں تھیں۔

سچ تو یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں - چاہے وہ سمندر کے کنارے غروبِ آفتاب (Sunset) کا منظر ہو، یا صحرا (Desert) کی خاموشی، چاہے گلمرگ کی برف پوش وادیوں میں بچھی مخملی برف کی چادر ہو، یا دنیا کا سب سے مہنگا ٹورسٹ ڈیسٹینیشن جہاں لوگ لاکھوں خرچ کر کے جاتے ہیں - ان میں سے کسی بھی منظر کا مقابلہ اس سکون سے نہیں ہو سکتا۔



وہ دنیا میں جنت کے احساس کا منظر تھا۔ جب گنبدِ خضریٰ کی جھلک آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی اور روح نبی ﷺ کی محبت میں ڈوبی ہوتی تھی، تو دنیا کی ہر دولت اور ہر منظر پھیکا نظر آتا تھا۔ وہ احساس تھا- "کہ اب یہیں بس جانا ہے، اور کہیں نہیں جانا۔"

مسجدِ نبوی کی روحانی خصوصیت

- **سنہری جالیاں (روضۂ رسول ﷺ) : خاص بات :** جہاں اللہ کے محبوب ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ وہ مقام جہاں کائنات کی سب سے عظیم ہستی کا زمینی سکون ہے۔ یہاں کی ہواؤں میں ایک عجیب سی خاموشی اور روحانی ٹھنڈک ہے، جو سیدھے دل کو چھوتی ہے۔
- **جنتی بہاریں (چھتریاں اور فرش) : خاص بات :** مسجد کا صحن اور اس کی انوکھی چھتریاں جو گرمی میں سایہ اور روحانیت دیتی ہیں۔ مدینہ کی دھوپ میں بھی یہاں کا فرش ٹھنڈا رہتا ہے، جو سکون دیتا ہے۔ یہاں کا ہر نظارہ - دن کی رونق سے لے کر رات کی عبادت تک - انسان کو دنیا سے بے خبر کر دیتا ہے۔
- **سکونِ قلب (دل کا سکون) : خاص بات :** مسجد میں داخل ہوتے ہی ہر قسم کی فکر اور پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دنیا کی اکلوتی ایسی جگہ ہے جہاں انسان نہ کچھ مانگتا ہے، نہ کچھ چاہتا ہے، صرف اس سکون کو محسوس کرتا ہے جو حضور ﷺ کی محبت سے ملتا ہے۔

مدینہ منورہ کے اہم زیارت کے مقام

مسجدِ نبوی ﷺ کے بالکل اطراف میں جو مقدس اور تاریخی مقامات ہیں، ان کے لیے آپ کو کسی سواری کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ پائے پیدل (On Foot) ہی ان جگہوں کی زیارت کر سکتے ہیں:

- جنت البقیع (مسجد کے بالکل برابر میں)
- مسجدِ غمامہ، مسجدِ ابو بکر اور مسجدِ علی (بابِ سلام کی جانب)
- سقیفہ بنی ساعدہ (مسجد کے شمالی-مغربی کونے کے پاس)





مسجدِ نبوی کے پاس کی اہم زیارتیں

مسجدِ نبوی ﷺ کے بالکل قریب کئی ایسے مقامات ہیں جو تاریخِ اسلام کے گواہ ہیں:

۱۔جنت البقیع (Jannat-ul-Baqi) یہ مدینہ کا وہ تاریخی قبرستان ہے جو مسجدِ نبوی کے بالکل مشرقی (East) جانب واقع ہے۔

- **اہمیت:** یہاں حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ)، اہلِ بیت (نبی کے گھر والے)، حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات (پاکیزہ بیویاں) اور تقریباً دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہیں۔
- **مشورہ:** یہاں عام طور پر فجر اور عصر کی نماز کے بعد زائرین کے لیے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا اور اپنی مغفرت کی دعا کرنا روح کو سکون دیتا ہے۔



۲۔ مسجدِ غمامہ (Masjid-e-Ghamama) مسجدِ نبوی کے بابِ سلام کی جانب تھوڑے فاصلے پر یہ مسجد واقع ہے۔

- **اہمیت' :** غمامہ' کے معنی 'بادل' کے ہیں۔ روایت ہے کہ یہاں نبی کریم ﷺ نے نمازِ استسقاء (بارش کی دعا) پڑھی تھی، جس کے بعد فوراً بادل چھا گئے اور بارش ہوئی۔



۳۔ مسجدِ ابو بکر اور مسجدِ علی (رضی اللہ عنہ) مسجدِ غمامہ کے بالکل پاس ہی یہ دونوں چھوٹی مساجد موجود ہیں۔



- **پسِ منظر :** یہ ان مقامات پر تعمیر کی گئی ہیں جہاں ان عظیم صحابہ نے عید کی نماز پڑھائی تھی یا جہاں ان کے مکان ہوا کرتے تھے۔ یہ جگہیں اس دور کی سادگی اور تقوے کی یاد دلاتی ہیں۔

۴۔ سقیفہ بنی ساعدہ (Saqifa Bani Sa'eda) مسجدِ نبوی کے شمال مغرب (North-West) کونے کے پاس ایک خوبصورت باغ ہے۔

- **اہمیت :** یہ وہ تاریخی جگہ ہے جہاں نبی ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ اکٹھا ہوئے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت (خلافت کا انتخاب) ہوئی تھی۔

۵۔ مسجدِ اجابہ ' (Masjid-e-Ijaba) اجابہ (Ijaba) 'عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے 'دعا کا قبول ہونا' یا 'جواب ملنا'۔ اس لیے اسے 'دعاؤں کی قبولیت والی مسجد' کہا جاتا ہے۔



مدینہ کے اطراف کے مقدس مقامات

اطراف کی زیارتیں (بس کا سفر) : مدینہ کے باہری حصوں میں واقع مقامات جیسے مسجدِ قبا، مسجدِ قبلتین اور احد کا پہاڑ دیکھنے کے لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

- **سہولت :** زیادہ تر ہوٹلوں کے باہر سے ہی صبح فجر کی نماز کے بعد بسیں مل جاتی ہیں۔
- **کرایہ :** یہ بسیں محض ۱۰ ریال (یا اسی کے آس پاس) میں آپ کو ان تمام اہم جگہوں کی زیارت کرا دیتی ہیں۔
- **وقت کا تال میل :** اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں ادا کر کے نکلتے ہیں اور ظہر کی نماز تک واپس حرم پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے آپ کی کوئی بھی نماز قضا نہیں ہوتی۔

مسجدِ نبوی کے قریبی مقامات کے علاوہ، مدینہ کے اطراف میں بھی کئی ایسی جگہیں ہیں جہاں اسلام کی عظیم تاریخ رقم ہوئی ہے:

۱۔ مسجدِ قبا (Masjid-e-Quba) یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے، جو مدینہ کے جنوبی (South) حصے میں واقع ہے۔

- **اہمیت :** نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے وقت مدینہ داخل ہونے سے پہلے یہاں قیام فرمایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی۔
- **فضیلت :** حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ 'جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے اور مسجدِ قبا میں دو رکعت نماز پڑھے، اسے ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔'
-



۲۔ مسجدِ قبلتین اور فلسطین کا ربط جب میں مدینہ کی سرزمین پر مسجدِ قبلتین کی چوکھٹ پر کھڑا تھا، تو روح ایک عجیب کشمکش سے گزر رہی تھی۔ یہ وہی مقدس جگہ ہے جہاں صدیوں پہلے نماز کے دوران ہی اللہ کے حکم سے مومنوں کے سجدوں کا رخ بدل دیا گیا تھا۔



لیکن ۲۰۲۵ کے اس سفر میں، وہاں کھڑے ہو کر میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بھلے ہی آج ہمارے جسموں اور سجدوں کا رخ خانہ کعبہ کی جانب ہے، پر ہماری روح کا ایک بڑا حصہ آج بھی بیت المقدس (قبلۂ اول) کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

غزہ کی سسکیاں اور ملبے کے بیچ دی جانے والی اذانیں مجھے یاد دلا رہی تھیں کہ مسجدِ قبلتین صرف دو رخوں کے ملن کی جگہ نہیں، بلکہ اس بات کی گواہ ہے کہ امت کا رشتہ فلسطین کی اس پاک زمین سے کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ ہمارے ماتھے بھلے ہی مکہ کی زمین پر ٹکے تھے، مگر ہمارے دل غزہ کے ان مظلوموں کے ساتھ دھڑک رہے تھے جو آج بھی اپنے وجود اور ہمارے پہلے قبلے کی حفاظت کے لیے 'فرضِ کفایہ' ادا کر رہے ہیں۔

۳۔ میدانِ احد اور شہدائے احد (Mount Uhud) یہ مدینہ کے شمال (North) میں ایک عظیم پہاڑ اور میدان ہے۔

- **اہمیت :** یہاں 'غزوۂ احد' (احد کی جنگ) ہوئی تھی۔ یہاں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ عنہ) اور دیگر صحابہ کرام کے مزارات موجود ہیں۔
- **نبی ﷺ کا قول' :** احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔'



۴۔ مسجدِ جمعہ (Masjid-e-Jumu'ah) مسجدِ قبا کے قریب ہی وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت کے دوران پہلا 'جمعہ' ادا فرمایا تھا۔

۵۔ سبعہ مساجد (Sab'a Masajid - Seven Mosques) یہ وہ مقام ہے جہاں 'غزوۂ خندق' (جنگِ احزاب) کے وقت صحابہ کے مورچے تھے۔ یہاں اب چھوٹی چھوٹی مساجد بنی ہوئی ہیں، جن میں مسجدِ فتح سب سے اہم ہے۔



میدانِ بدر کی زیارت

ایک اہم مشورہ اور معلومات : اسلام کی پہلی جنگ کا عظیم میدان 'بدر'، مدینہ منورہ سے تقریباً ۱۵۰ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ بہت سے مسافر اس روحانی اور تاریخی مقام کی زیارت کی تمنا رکھتے ہیں۔ اس کے لیے میرا ذاتی تجربہ یہ ہے:

- **سواری اور کرایہ :** آپ کو اپنے ہوٹل کے پاس سے ہی صبح فجر کی نماز کے بعد بسیں مل جائیں گی۔ بدر کے اس مکمل سفر کے لیے عام طور پر ۴۰ سے ۵۰ ریال کا کرایہ لیا جاتا ہے۔
- **نمازوں کا تال میل :** آپ ظہر کی نماز 'مسجدِ بدر' (جو میدانِ بدر کے بالکل پاس ہے) میں ادا کر سکتے ہیں۔
- **واپسی :** سفر کی مسافت (distance) کو دیکھتے ہوئے، آپ عصر کی نماز تک واپس مدینہ منورہ پہنچ جاتے ہیں۔
- **وقت کی قدر :** اس پورے سفر میں آپ کی مسجدِ نبوی ﷺ کی صرف ایک نماز (ظہر) چھوٹے گی، لیکن اس کے بدلے آپ اس عظیم میدان اور شہدائے بدر کے مزارات کی زیارت کر سکیں گے جہاں حق اور باطل کا پہلا فیصلہ ہوا تھا۔

میدانِ بدر: جہاں فرشتے زمین پر اترے

ہجرت کا دوسرا سال: ۱۷ رمضان المبارک مدینہ منورہ سے لگ بھگ ۱۵۰ کلومیٹر دور، ریت کے ٹیلوں کے بیچ گھرا 'بدر' کا میدان اس دن تاریخ بنانے جا رہا تھا۔ ایک طرف مکہ کا غرور (ابو جہل کا لشکر) تھا اور دوسری طرف اللہ کے نبی ﷺ کی سادگی۔

۱۔ لشکر کا موازنہ (Comparison)

- **مشرکینِ مکہ 1000 :** کا لشکر، جو بہترین گھوڑوں، اونٹوں اور ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ان کے ساتھ گانے والی عورتیں اور شراب کا ذخیرہ تھا تاکہ وہ اپنی طاقت کا جشن منا سکیں۔

- **مسلمان :** محض ۳۱۳ جانباز۔ ان میں سے زیادہ تر کے پاس نہ تلوار تھی، نہ ڈھال۔ کل ۲ گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے، جن پر باری باری سوار ہو کر وہ مدینہ سے یہاں پہنچے تھے۔

۲۔ 'کنویں' اور 'پانی' کی حکمت

جنگ کے میدان میں پانی کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ صحابہ نے اللہ کے نبی ﷺ کے مشورے اور حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ عنہ) کی تدبیر پر دشمن کے قریب والے کنویں پر قبضہ کر لیا۔ باقی کنوؤں کو بھر دیا گیا تاکہ دشمن پیاسا رہے اور مسلمانوں کے پاس پانی کا حوض رہے۔ یہ ایک ایسی جنگی چال تھی جس نے دشمن کا حوصلہ توڑ دیا۔

۳۔ 'عریش' اور نبی ﷺ کی وہ بے مثال دعا

میدانِ بدر کے ایک اونچے ٹیلے پر حضور ﷺ کے لیے ایک چھوٹا سا خیمہ (عریش) بنایا گیا، جسے آج 'مسجدِ بدر' (مسجدِ عریش) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ساری رات آپ ﷺ سجدے میں گڑگڑاتے رہے۔ آپ کی چادر مبارک شانے سے گر گر جاتی تھی۔ آپ نے رب سے وہ مشہور التجا کی" : اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی، تو پھر قیامت تک زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ بچے گا۔"

۴۔ قدرتی مدد اور بارش

اس رات اللہ نے دو بڑے کرشمے دکھائے:

ا. **سکون کی نیند :** میدانِ جنگ میں ہونے کے باوجود مسلمانوں پر ایسی اونگھ (نیند) طاری ہوئی کہ ان کی ساری تھکان مٹ گئی۔

۲. **بارش :** موسلا دھار بارش ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف کی ریت جم گئی جس سے ان کے لیے چلنا آسان ہو گیا، جبکہ دشمن کی طرف کی زمین کیچڑ بن گئی۔



۵۔جنگ کا آغاز اور فرشتوں کا نزول

جنگ شروع ہوئی تو اللہ نے مٹھی بھر مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے ہزار فرشتے بھیجے۔ قرآن گواہ ہے کہ فرشتوں نے مومنوں کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ ابو جہل، جو اپنی طاقت پر اتراتا تھا، دو چھوٹے بچوں (معاذ اور معوذ) کے ہاتھوں مارا گیا۔

٦۔جنگ کا نتیجہ

- **مشرکین** 70 **:** مارے گئے اور ۷۰ قیدی بنا لیے گئے۔ مکہ کے بڑے بڑے سردار اس میدان میں مٹی میں مل گئے۔
- **مسلمان :** صرف ۱۴ صحابہ شہید ہوئے (٦ مہاجر اور ۸ انصار)۔

مصنف کا مشاہدہ :(Author's Note)

بدر کے ریتیلے ٹیلوں اور اس میدان کو دیکھنا جہاں ۳۱۳ نہتّے صحابہ نے باطل کو شکست دی تھی، آپ کے ایمان کو ایک نئی تازگی دیتا ہے۔ ۵۰ ریال اور ایک نماز کا مسجدِ نبوی سے باہر ہونا اس تاریخ کو آنکھوں سے دیکھنے کے مقابلے میں بہت معمولی ہے۔

افسوس کہ آج کا مسلمان 'بدر' کی زیارت تو کرتا ہے، مگر اپنے اندر وہ جذبہ پیدا نہیں کرتا۔ ہم نے عبادت کو صرف 'سیر سپاٹا' بنالیا ہے۔ اگر ہم آج بھی اپنی زندگی میں وہی 'روحِ بلالی' اور بدر والا اخلاص پیدا کرلیں، تو اللہ کی مدد آج بھی ہمارے ساتھ ہوسکتی ہے۔

۴۔ مظلومیت کا لباس: میرا فلسطینی کفیہ اور امت کا درد

جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ میرا یہ سفر اس دور میں ہو رہا تھا جب غزہ میں فلسطینی اپنے وجود اور قبلہ اول کی بقا کے لیے امت کا فرضِ کفایہ ادا کر رہے تھے۔ ۷ اکتوبر ۲۰۲۳ سے شروع ہوا وہ ظلم کا سلسلہ پونے دو سال بیت جانے کے بعد بھی تھما نہیں تھا۔ اسرائیل اپنے مددگار ملکوں کے ساتھ مل کر غزہ کے نہتے شہریوں کو کسی قصائی کی طرح کاٹ رہا تھا۔ نہ ہسپتال بچے تھے، نہ سکول، ایسا کوئی کونا نہیں تھا جہاں بمباری نہ ہوئی ہو۔

مرنے والوں کی تعداد آبادی کا ۵ فیصد پار کر چکی تھی، تقریباً ڈیڑھ لاکھ فلسطینی شہید ہو چکے تھے اور پورا شہر کھنڈر بن چکا تھا۔ پوری دنیا کے انصاف پسند لوگ، یہاں تک کہ خود یہودی بھی اس وحشیانہ ظلم کے خلاف سڑکوں پر تھے، لیکن ہم مسلمان بے بس تماشائی بنے صرف دعاؤں تک محدود تھے۔

اسی بے بسی اور غم کو ظاہر کرنے کے لیے میں نے سفر حج کی ابتدا سے ہی 'فلسطینی کفیہ' کو اپنی پہچان بنا لیا تھا۔ پورے سفر میں، چاہے میں نے کرتا پائجامہ پہنا ہو یا T-shirt اور Lower، وہ کفیہ ہمیشہ میرے گلے کی زینت رہا۔ وہ محض ایک کپڑا نہیں تھا، بلکہ ان مظلوموں کی یاد دہانی (Reminder) تھی جو ہر پل میرے ساتھ رہتی تھی۔

۵۔ مدینہ کا ایک یادگار اور پُر درد واقعہ

مدینہ کے شروعاتی دن پُر سکون تھے، لیکن جیسے جیسے زائرین کی تعداد بڑھی، مسجدِ نبوی ﷺ کا صحن 'جمِ غفیر' میں تبدیل ہو گیا۔ عصر کی نماز کے بعد اس بھیڑ کو دیکھ کر ایک عرب نوجوان نے وجد (جوش) میں آکر کہا ---'UMMAH!' میں نے English میں جواب دیا- "کہاں ہے امت غزہ میں ؟"





واقعے کی روحانی اور جذباتی گہرائی

وہ ایک تندرست، توانا اور خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کا لمبا قد، چوڑا سینہ اور موٹی گردن اس کی جسمانی طاقت کی گواہی دے رہے تھے، مگر اس جسمانی طاقت سے کہیں زیادہ گہرا اثر اس کے نرم دل کا تھا۔

- **کفیہ اور پہچان :** میرے گلے میں پڑے اس 'عربی کفیہ) 'رومال (Scarf / نے جیسے اس نوجوان کے لیے ایک پل کا کام کیا۔ اس نے جیسے ہی "فلسطین" کہا، زبانوں کے سارے فاصلے ختم ہو گئے۔ اس عرب نوجوان نے مجھے گلے لگا لیا۔
- **بے زبان رابطہ :(Silent Connection)** کبھی کبھی گلے ملنا ہزاروں لفظوں سے زیادہ بات کر جاتا ہے۔ وہ گلے ملنا صرف دو انسانوں کا ملن نہیں تھا، بلکہ ایک تڑپتے ہوئے دل کا دوسرے ہمدرد دل سے ملنا تھا۔
- **آنکھوں کا اشکبار ہونا :** مدینہ کی دھوپ میں وہ آنسو صرف ہمارے نہیں تھے، بلکہ اس پوری امت کے تھے جو آج غزہ اور دنیا کے دیگر حصوں میں تکلیف میں ہے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں فریاد

اس وقت ہم اپنے نبی ﷺ کے دروازے پر تھے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نکلنے والا ہر آنسو اور ہر دعا سیدھے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوتی ہے۔ "اے میرے رب! میری اس بے بسی، میری اس تڑپ اور میری ان سسکیوں کو اپنے محبوب ﷺ کے وسیلے سے قبولیت کے درجے پر فائز فرما۔ آمین"!

مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے دروازے پر گزرے ان چند لمحوں کے واقعے نے جیسے میری روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس لمحے نے میرے دل کے اندر ایک ایسی تڑپ پیدا کر دی جو پورے سفر پر حاوی رہی۔ عرفات کی تپتی دھوپ ہو یا منیٰ کے خیموں کی خاموشی، وہ تڑپ ہر وقت میرے ساتھ تھی۔ یہ واقعہ اب میری بقیہ زندگی میں یاد رہنے والا بن چکا تھا۔

مدینہ سے جدائی اور روحانی سفر کا اگلا پڑاؤ

آخر وہ بھاری دن آ گیا جب طیبہ (مدینہ) سے رخصت ہونا تھا۔ اب اگلا پڑاؤ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنا تھا اور پھر حج تک تقریباً ۳۵ دن وہیں رکنا تھا۔ دل میں یہ حسرت تھی کہ بیچ میں شاید ایک بار پھر مدینہ آنے کا موقع مل سکے، مگر بدقسمتی سے یہ نہ ہو سکا- جو ملال بن کر آج بھی دل میں ہے۔

۷ مئی کو ظہر کی نماز اللہ کے حبیب ﷺ کی چوکھٹ پر میری آخری نماز تھی۔ جب میں روضۂ پاک پر جا کر وداعی کا سلام پیش کر رہا تھا، تو کیفیت بہت بوجھل تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ روح کو اس کے گھر سے الگ کیا جا رہا ہو۔ مگر، بیت اللہ (کعبہ) جانے کی ایک خوشی بھی تھی کہ اب اس گھر کو دیکھنا ہے جس کی طرف ہم دن میں پانچ بار رخ کرتے ہیں۔

بوجھل قدموں سے روضۂ پاک سے نکل کر کمرے پر پہنچا، کھانا کھایا اور بس آ چکی تھی۔ ۳ بجے ہم بسوں پر سوار ہونے لگے۔ بس کی کھڑکی سے جب مدینہ منورہ کا گنبد اوجھل ہو رہا تھا، تو دل زور زور سے دھڑک رہا تھا — ایک طرف مدینہ کی یادوں کا بوجھ تھا، تو دوسری طرف مکہ کی طرف بڑھتے قدموں کا جوش۔

۶۔ بیت اللہ کی پہلی جھلک - دیوانگی اور روحانیت

مدینہ کی ٹھنڈی یادوں کو سمیٹ کر ہم مکہ کی طرف بڑھے۔ راستے میں مسجدِ ابیار علی / مسجدِ ابرار (میقات) میں رک کر غسل کیا، احرام کی سفید چادریں پہنیں، دو رکعت نفل ادا کی اور بلند آواز میں تلبیہ ("لبیک اللھم لبیک") پڑھتے ہوئے بسوں پر سوار ہوئے۔ دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی، جو ناقابلِ بیان تھی - وہ خوشی جو محبوب کے گھر جانے کی ہوتی ہے۔

مکہ پہنچ کر ہم اپنے عزیزیہ فلیٹس (Aziziya Flats) پر پہنچے۔ تب تک تقریباً رات کے ۳ بج چکے تھے۔ سفر کی تھکان تھی، مگر دل میں حسرت تھی کہ اسی وقت عمرہ کرنے کا فیصلہ کیا، تاکہ احرام کا تقدس برقرار رہے اور جلد سے جلد کعبہ کی زیارت نصیب ہو۔

علی الصبح ہم مسجدِ حرام میں تھے۔ حج مسافروں کی بھیڑ ابھی معمول سے کافی کم تھی، جو ہمارے لیے ایک تحفہ تھا۔ مگر پھر بھی، مطاف (کعبہ کے قریب کی جگہ) میں جانے میں کچھ دشواری ہوئی۔

بالآخر، وہ لمحہ آگیا! بس کعبہ پر پہلی نظر پڑی۔ میں اور میری بیگم مدہوش تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور روح میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ۔ بس کچھ دعائیں دلوں میں تھیں، اب ان کے مانگنے کا صحیح وقت تھا۔ وہ نظارہ - وہ روحانی سکون - صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو اس وقت اس جگہ موجود ہو۔

طواف اور سعی-تکلیف میں عبادت کا سکون

بیت اللہ کے مطاف میں پہنچتے ہی سب سے پہلے نمازِ فجر کی سعادت ملی۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد طواف شروع کیا۔ کعبہ کے چاروں اور گھومتے ہوئے دعاؤں میں سب سے پہلی دعا مظلوم فلسطینیوں کے لیے تھی۔ ساتھ ہی، جن لوگوں نے دعاؤں کی درخواست کی تھی، اس سیاہ کار (گنہگار) نے ان کے لیے بھی دعائیں مانگیں۔ ملک کے مسلمانوں کے لیے دین کا صحیح شعور اور باہمی اختلافات کو مٹانے کے لیے اللہ کے حضور گڑگڑائے۔ میں اللہ کے سامنے گڑگڑاتا رہا اور اپنے طواف کے چکر پورے کرتا رہا۔

میں بڑا بدنصیب رہا کہ اتنی کم بھیڑ کے باوجود حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکا۔ جب بھی کوشش کرتا، بھیڑ کے دباؤ میں باہر ہو جاتا۔ بالآخر، میں نے دور سے ہی بوسہ (استلام) لیا اور اپنے ۷ چکر پورے کیے۔ اس کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل نماز ادا کی۔

تکلیف دہ بات یہ تھی کہ میرے پیروں میں درد اور ایک چھالا ہونے کی وجہ سے میں کافی پریشانی میں تھا۔ اس کے باوجود، میں نے ہمت نہیں ہاری اور صفا و مروہ کی جانب رخ کیا۔ سعی سے فارغ ہو کر حلق کروایا اور احرام کھول دیا۔

بالآخر، واپسی عزیزیہ روم کی جانب ہوئی۔ آج تھکان اور جسمانی تکلیف کی وجہ سے حرم میں وہ وقت نہ دیا جا سکا جس کا حق تھا، مگر دل کو سکون تھا کہ عمرہ مکمل ہو گیا۔

طواف کی روحانی حقیقت اور تاریخ

طوافِ بیت اللہ (کعبہ کے چکر لگانا) کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ یہ انسانیت۔ یہ محض ایک عبادت نہیں، بلکہ پوری کائنات کے نظام (System) کی ایک روحانی جھلک ہے۔

- **کائنات کا نظام :(Cosmic Connection)** طواف کا فلسفہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک مرکز (Center) کے چاروں طرف گھوم رہی ہے۔ الیکٹران پروٹون (Electron-Proton) کے چکر لگا رہے ہیں، زمین سورج کے چکر لگا رہی ہے۔ ٹھیک اسی طرح، ایک مومن کعبہ کا طواف کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کی زندگی کا مرکز بھی صرف اللہ ہے۔
- **فرشتوں کا طواف :(Baitul Ma'mur)** روایتوں کے مطابق، انسانوں سے بھی پہلے فرشتے اللہ کی عبادت کے لیے طواف کرتے تھے۔ آسمانوں میں 'بیت المعمور' نام کی ایک جگہ ہے، جو ٹھیک کعبہ کے اوپر ہے۔ وہاں روزانہ ۷۰،۰۰۰ فرشتے طواف کرتے ہیں۔ زمین پر کعبہ کا طواف کرنا اسی آسمانی عبادت کی نقل ہے۔
- **حضرت آدم (علیہ السلام) اور تعمیرِ اول :** کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) نے اللہ کے حکم سے کعبہ کی بنیاد رکھی اور اس کا طواف کیا۔
- **حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی پکار :** صدیوں بعد، جب کعبہ کی دیواریں ڈھہ چکی تھیں، تب اللہ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ تب سے لے کر آج تک، طواف کا یہ سلسلہ ایک پل کے لیے بھی نہیں رکا ہے۔

- **فتحِ مکہ اور حضور ﷺ کی سنت:**
  - **استقلال اور شان :** حضور ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے بعد کعبہ شریف تشریف لے گئے۔ اس وقت کعبہ کے آس پاس ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔
  - **چھڑی کا استعمال :** آپ ﷺ نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے نہیں گرایا، بلکہ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اس چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور وہ منہ کے بل زمین پر گر جاتے۔
  - **قرآن کی تلاوت :** بتوں کو گراتے وقت آپ کی زبانِ مبارک پر قرآن کی یہ آیت جاری تھی: (**وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا**) اور فرمایئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے ہی والا تھا۔
  - **نچوڑ :** یہ اس بات کی علامت تھا کہ اب شرک کا دور ختم ہو گیا ہے اور توحید کا دور شروع ہو گیا ہے۔ یہ سنت ہمیں سکھاتی ہے کہ حج کا اصل مقصد صرف کعبہ کے چکر لگانا نہیں، بلکہ اپنے دل کے اندر بیٹھے 'انا ' (Ego)، لالچ اور دنیاوی بتوں کو بھی نکال پھینکنا ہے۔

طواف کی خاص باتیں

۱. **دل کا رخ :** طواف کے دوران حاجی کا بایاں کندھا (Left Shoulder) کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ یہ ہے کہ انسان کا دل بائیں طرف ہوتا ہے، اور طواف کرتے وقت ہمارا دل اللہ کے گھر کے سب سے قریب ہونا چاہیے۔

۲. **اینٹی کلاک وائز :(Anti-clockwise)** طواف ہمیشہ گھڑی کی سوئی کے الٹ ہوتا ہے۔ سائنس کے مطابق بھی کائنات کی زیادہ تر گردش (Movement) اسی سمت میں ہوتی ہے۔

۳. **تلبیہ کیوں نہیں؟** طواف کے دوران تلبیہ نہیں پڑھا جاتا۔ روحانی وجہ یہ ہے کہ 'تلبیہ' ایک پکار ہے، جس کا مطلب ہے: "اے اللہ، میں حاضر ہوں!" جب آپ کعبہ کے چکر لگا رہے ہوتے ہیں، تو آپ اب 'حاضر ہو چکے' ہوتے ہیں۔ اب پکارنے کا نہیں، بلکہ اپنے رب سے باتیں کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

کعبہ شریف کے اہم حصے

- **حجرِ اسود :(Hajr-e-Aswad)** یہ جنتی پتھر کعبہ کے مشرقی کونے میں نصب ہے۔ طواف کا آغاز اور اختتام یہیں سے ہوتا ہے۔





- **مقامِ ابراہیم (Maqam-e-Ibrahim):** مطاف میں ایک سنہری جالی کے اندر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے قدموں کے نشان والا پتھر ہے۔ طواف کے بعد یہاں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔
- **ملتزم (Multazam):** حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان کی جگہ۔ یہ دعا کی قبولیت کا خاص مقام ہے۔
- **حطیم / حجرِ اسماعیل (Hateem):** کعبہ کے شمالی حصے میں ایک نصف دائرہ (Half Circle) دیوار ہے۔ یہ اصل میں کعبہ ہی کا حصہ ہے۔



- **میزابِ رحمت (Meezab-e-Rehmat):** کعبہ کی چھت کا سنہری پرنالہ جو حطیم کی طرف گرتا ہے۔
- **رکنِ یمانی (Rukn-e-Yamani):** کعبہ کا وہ کونا جو یمن کی طرف ہے۔ طواف کے دوران اسے ہاتھ لگانا سنت ہے۔

- **زمزم (Zamzam):** حالانکہ اب اس کا کنواں نظر نہیں آتا، لیکن مطاف کے ہر حصے میں اس کے کولرز (Coolers) موجود ہیں۔

سعی کی تاریخ - حضرت ہاجرہ کا صبر

سعی (صفا اور مروہ کے بیچ سات چکر لگانا) کا تاریخی پس منظر اسلام کی تاریخ کے سب سے جذباتی اور روحانی واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ پوری طرح سے حضرت ہاجرہ (علیہا السلام) کی ممتا، ان کے صبر اور اللہ پر ان کے اٹوٹ بھروسے کی یاد دلاتا ہے۔

۞إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ فَمَنۡ حَجَّ ٱلۡبَيۡتَ أَوِ ٱعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَاۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا فَإِنَّ ٱللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ "بیشک، صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا، جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان چکر لگائے (سعی کرے)۔" (البقرہ:۱۵۸)

- **وادیِ بے گیاہ (ایک بنجر گھاٹی):** اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے ننھے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو مکہ کی ایک ویران اور بنجر وادی میں چھوڑ آئے تھے۔
- **حضرت ہاجرہ کا توکل (بھروسہ):** جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) انہیں چھوڑ کر جانے لگے، تو حضرت ہاجرہ نے پوچھا: "کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟" ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا- "ہاں"۔ تب حضرت ہاجرہ نے تاریخی جملہ کہا:
"پھر اللہ ہمیں کبھی برباد نہیں کرے گا۔"

- **پانی کی تلاش اور دوڑ :** جب پینے کا پانی ختم ہو گیا اور بھوک پیاس سے ننھے اسماعیل (علیہ السلام) تڑپنے لگے، تو ماں کی ممتا بے چین ہو اٹھی۔ وہ پانی یا کسی مسافر کی تلاش میں پاس کی پہاڑی 'صفا' پر چڑھیں، پھر گھاٹی میں دوڑتے ہوئے دوسری پہاڑی 'مروہ' پر چڑھیں۔ انہوں نے اسی طرح ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ سات بار چکر لگائے۔
- **زمزم کا ظہور (نکلنا) :** جب وہ ساتویں بار مروہ پہاڑی پر پہنچیں، تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ جب وہ واپس اپنے بیٹے کے پاس آئیں، تو دیکھا کہ جہاں ننھے اسماعیل (علیہ السلام) نے اپنی ایڑیاں رگڑی تھیں، وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابل رہا تھا۔



سعی کی اہمیت (حج میں سبق)

ا. **کوشش کی اہمیت :** اللہ چاہتا تو پہلے ہی پل پانی دے سکتا تھا، لیکن اس نے حضرت ہاجرہ کو دوڑایا۔ یہ سکھاتا ہے کہ دعا کے ساتھ ساتھ 'کوشش (Struggle)' کرنا انسان کا کام ہے اور نتیجہ دینا اللہ کا۔

۲. **عورت کا احترام :** یہ اسلام کی عظمت ہے کہ ایک عورت کی جدوجہد کو قیامت تک کے لیے حج کا لازمی حصہ بنا دیا گیا۔ سعی کرتے وقت جب حاجی اس جگہ سے گزرتے ہیں جہاں حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں، تو انہیں اس ماں کی بے بسی اور اللہ پر ان کے کامل یقین کی یاد آتی ہے۔ آج اس جگہ پر ہری لائٹیں (Green Lights) لگی ہیں، جہاں مرد حاجی بی بی ہاجرہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تیز قدموں سے یا دوڑتے ہوئے اس دوری کو طے کرتے ہیں، تاکہ اس ماں کے درد اور جدوجہد کو محسوس کر سکیں۔

مکہ مکرمہ کی اہم زیارتیں (Holy Sites of Makkah)

مکہ کی گلیاں اور پہاڑ اللہ کی نشانیوں اور حضور ﷺ کی سیرت کے گواہ ہیں۔ یہاں کی اہم زیارتیں یہ ہیں:

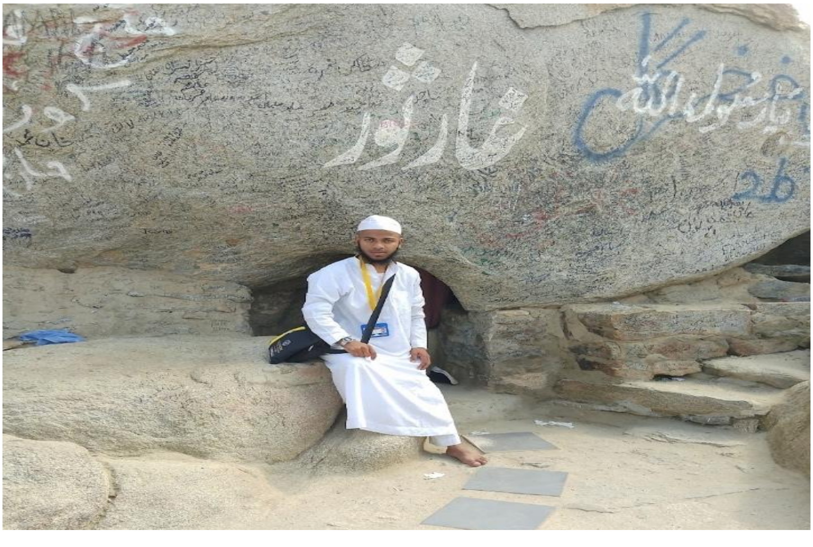
۱۔ جبلِ نور اور غارِ حرا (Jabal-e-Noor & Ghar-e-Hira) یہ وہ مقدس پہاڑ ہے جہاں اسلام کی پہلی وحی (Wahi) نازل ہوئی تھی۔

- **اہمیت :** اسی پہاڑ کی چوٹی پر 'غارِ حرا' ہے، جہاں نبی کریم ﷺ نبوت سے پہلے عبادت کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہیں حضرت جبریل (علیہ السلام) نے 'اقراء' (پڑھو) کے ساتھ پہلی آیت پیش کی تھی۔



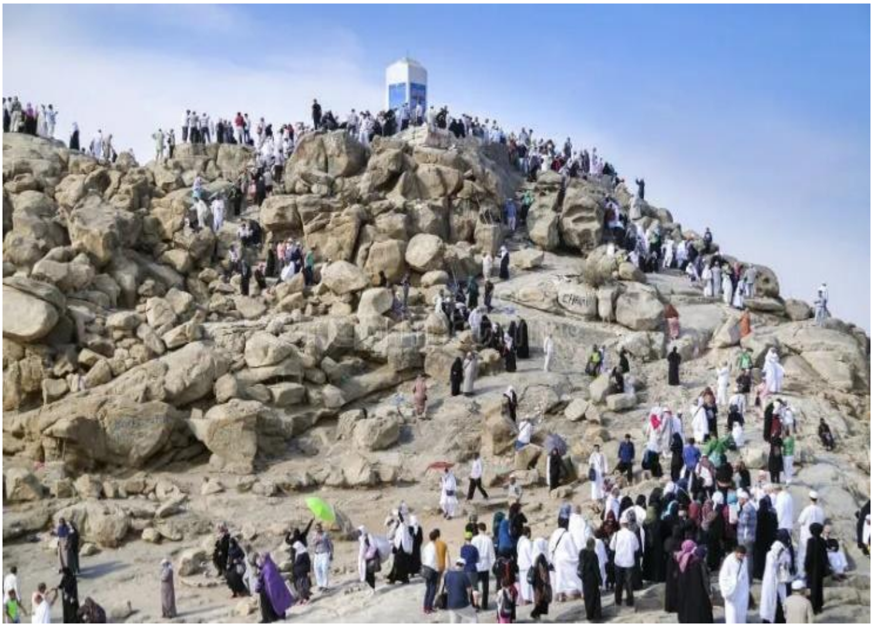
۲۔ جبلِ ثور اور غارِ ثور (Jabal-e-Thawr) مکہ کے جنوب (South) میں واقع یہ پہاڑ ہجرت کی یاد دلاتا ہے۔

- **اہمیت :** جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے نکلے، تو مشرکین سے بچنے کے لیے آپ نے تین دن اسی پہاڑ کے 'غارِ ثور' میں قیام فرمایا تھا۔



۳۔ میدانِ عرفات اور جبلِ رحمت (Mount Arafat)

- **میدانِ عرفات :** یہ حج کا سب سے اہم مرکز ہے۔ ۹ ذوالحجہ کو یہاں رکنا (وقوفِ عرفات) حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔
- **جبلِ رحمت :** عرفات کے میدان میں ایک چھوٹی پہاڑی ہے جہاں کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے اپنا آخری خطبہ (حجۃ الوداع) دیا تھا۔



۴۔ مزدلفہ اور منیٰ (Muzdalifah & Mina)

- **منیٰ :** اسے 'خیموں (Tents) کا شہر' کہا جاتا ہے۔ یہاں زائرین حج کے دوران قیام کرتے ہیں اور یہیں 'جمرات' (شیطان کو کنکریاں مارنے) کا عمل ہوتا ہے۔
- **مزدلفہ :** عرفات اور منیٰ کے بیچ وہ جگہ جہاں حاجی عرفات سے واپسی پر رات گزارتے ہیں۔



۵۔جنت المعلیٰ (Jannat-ul-Mu'alla) یہ مکہ کا سب سے پرانا اور محترم قبرستان ہے۔

- **اہمیت :** یہاں حضور ﷺ کی پہلی رفیقِ حیات حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا مزارِ مبارک موجود ہے۔ اس کے علاوہ کئی صحابہ اور نبی ﷺ کے بزرگ یہاں مدفون ہیں۔



۶۔ مولد النبی (Place of Birth) خانہ کعبہ کے قریب ہی وہ مقام ہے جہاں حضور ﷺ کی ولادت (پیدائش) ہوئی تھی۔ اب یہاں ایک بڑی لائبریری (Maktaba Makkah al-Mukarramah) بنی ہوئی ہے۔

مکہ کی سب سے قریبی میقات: مسجدِ عائشہ (تنعیم)

مکہ شریف میں ٹھہرے ہوئے زائرین کے لیے سب سے آسان اور نزدیک مقام 'تنعیم' ہے۔ یہ حرم شریف (کعبہ) سے لگ بھگ ۷ سے ۸ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

- **تاریخی اہمیت:** اس کا نام 'مسجدِ عائشہ' اس لیے ہے کیونکہ حجۃ الوداع (آخری حج) کے موقع پر حضور ﷺ کے حکم سے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے اسی جگہ سے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

وہاں پہنچنے کا آسان اور سستا طریقہ: (Practical Guide)

- **لوکل بس: (Saptco/Public Bus)** حرم شریف کے پاس (خاص طور پر 'مسفلہ' یا 'جبلِ کعبہ' کی طرف) سے تنعیم کے لیے سرکاری اور پرائیویٹ بسیں ہر وقت چلتی ہیں۔
- **کرایہ:** اس کا کرایہ بہت معمولی ہوتا ہے (لگ بھگ ۲ سے ۵ ریال)۔
- **ٹیکسی: (Shared Taxi)** اگر آپ اکیلے ہیں، تو 'شیئرڈ ٹیکسی (Shared Taxi)' بھی مل جاتی ہے جو ۵ سے ۱۰ ریال میں آپ کو مسجدِ عائشہ پہنچا دیتی ہے۔
- **وقت کا تال میل:** جانے اور آنے میں کل ملا کر اسے ۱.۵ گھنٹہ لگتا ہے۔ آپ کسی بھی نماز کے بعد آسانی سے جا کر احرام باندھ کر واپس آسکتے ہیں۔

مسجدِ جعرانہ (Ji'rana): ایک اور روحانی مقام

تنعیم کے علاوہ ایک اور میقات 'جعرانہ' ہے۔ یہ حرم سے تھوڑا دور (لگ بھگ ۲۲-۲۵ کلومیٹر) ہے۔

- **خاص بات:** یہاں سے نبی کریم ﷺ نے ذیقعدہ کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جو لوگ سنت کی مکمل پیروی کرنا چاہتے ہیں، وہ یہاں بھی جاتے ہیں۔ آپ کو اپنے ہوٹل کے پاس سے ہی زیارت کے لیے بسیں مل جائیں گی۔ یہ بسیں نہایت مناسب کرائے، یعنی ۱۵ سے ۲۰ ریال فی سواری (Per Person) میں آپ کو مکہ کے تمام اہم مقامات کی زیارت کرا دیتی ہیں۔



- **تمام اہم مقامات:** ان بسوں کے ذریعے آپ جبلِ نور (غارِ حرا)، جبلِ ثور، میدانِ عرفات، جبلِ رحمت، مزدلفہ اور منیٰ جیسے تمام تاریخی اور مقدس مقام دیکھ سکتے ہیں۔

سفر کا اختتام

اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ بسیں آخر میں آپ کو مسجدِ جعرانہ (میقات) لے کر جاتی ہیں۔ جو لوگ دوبارہ عمرہ کرنا چاہتے ہیں، وہ یہاں سے احرام باندھ کر نیت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد بس آپ کو واپس حرم شریف یا آپ کے ہوٹل (عزیزیہ) تک چھوڑ دیتی ہے۔

طائف کا سفر: صبر اور استقامت کی داستان

مکہ مکرمہ کی تپش سے دور، پہاڑوں پر واقع 'طائف' کا ٹھنڈا شہر اپنی ہریالی اور روحانیت کے لیے مشہور ہے۔ عزیزیہ (مکہ) میں ٹھہرنے والے زائرین کے لیے طائف کا سفر کرنا بے حد آسان اور یادگار ہو سکتا ہے۔

سفر کی سہولت اور کرایہ

- **سواری:** عزیزیہ کے ہوٹلوں کے پاس سے صبح ۶ سے ۷ بجے کے درمیان بسیں نکلتی ہیں۔
- **کرایہ:** یہ سفر تقریباً ۳۰ سے ۴۰ ریال (فی سواری) میں مکمل ہو جاتا ہے، جو زائرین کے لیے بہت مناسب ہے۔

طائف کے اہم مقامات

مسجدِ عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ): یہ طائف کی سب سے اہم اور مرکزی مسجد ہے۔ یہاں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کا مزارِ مبارک اور ان کی یادگاریں موجود ہیں۔



انگور کے باغ : طائف اپنے میٹھے انگوروں اور پھلوں کے لیے جانا جاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ زخمی حالت میں حضور ﷺ نے ایک انگور کے باغ میں پناہ لی تھی، جہاں 'عداس' (رضی اللہ عنہ) نے آپ کو انگور پیش کیے تھے۔

مسجدِ عداس : یہ وہ مقام ہے جہاں زخمی حالت میں حضور ﷺ نے آرام فرمایا تھا۔ یہاں کی خاموشی آج بھی اس دردناک واقعے کی یاد دلاتی ہے جب طائف کے لوگوں نے رحمۃ للعالمین پر پتھر برسائے تھے۔



مسجدِ کوع : روایت ہے کہ یہاں حضور ﷺ نے ٹیک لگائی تھی، جس سے پتھر پر آپ کے جسمِ اطہر کا نشان بن گیا تھا۔



طائف کی ٹھنڈی ہوائیں چہرے کو سکون تو دیتی ہیں، مگر جب انسان اس واقعے کو یاد کرتا ہے جب حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم کے نعلینِ مبارک (جوتے) لہو سے بھر گئے تھے، تو آنکھیں بھر آتی ہیں۔ ۴۰ ریال کا یہ سفر ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دین کی خاطر کتنی مصیبتیں جھیلی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو طائف صرف 'پکنک' منانے اور انگور کھانے جاتے ہیں۔ طائف تو وہ جگہ ہے جہاں پہاڑوں کے درمیان کھڑے ہو کر انسان کو اپنے نفس (Ego) کی کمزوری کا احساس ہونا چاہیے۔ اگر وہاں جا کر بھی دل نہیں پسیجا اور روح نہیں تڑپی، تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے صرف راستہ طے کیا ہے، منزل نہیں پائی۔

ایک مفید مشورہ: طائف جاتے وقت اپنے ساتھ ایک ہلکی چادر رکھیں، کیونکہ وہاں کا موسم مکہ کے مقابلے سرد ہوتا ہے۔ واپسی پر میقات 'قرن المنازل (Qarn al-Manazil)' ہے۔ آج کل اسے 'السیل الکبیر (Al Sail Al Kabir)' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ جہاں سے آپ دوبارہ احرام باندھ کر عمرہ کی نیت کریں گے۔

مسجد الراجحی - جدید اسلامی طرزِ تعمیر کا شاہکار

یہ مسجد مکہ کے 'النسیم (Al-Naseem) ' علاقے میں واقع ہے۔ یہ حرم شریف سے تھوڑی دوری پر ہے، لیکن یہاں کی رونق اور انتظام دیکھنے لائق ہوتا ہے۔

- **جدید طرزِ تعمیر (Modern Architecture):** مسجد الراجحی کا گنبد اور مینار نہ صرف نقاشی کا بہترین نمونہ ہیں، بلکہ اس کی لائٹنگ (Lighting) رات کے وقت اسے ایک نورانی منظر عطا کرتی ہے۔
- **اسلامی مرکز (Islamic Center):** یہ صرف ایک مسجد نہیں بلکہ ایک مکمل 'مدرسہ اور لائبریری' ہے۔ یہاں دینی تعلیم کے لیے باقاعدہ کلاسیں لگتی ہیں، جو اسے ایک روحانی یونیورسٹی کا درجہ دیتی ہیں۔
- **سہولیات (Facilities):** یہاں کی سب سے بڑی خوبی اس کا نظم وضبط (Discipline) ہے۔ ایسکلیٹر (Escalators) اور وہیل چیئر کا انتظام بزرگ حاجیوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔
- **خطبوں کا ترجمہ (Translations):** یہ اس مسجد کی سب سے انفرادی (Unique) بات ہے۔ یہاں عربی نہ جاننے والے حاجیوں کے لیے ہیڈ فونز (Headphones) یا سکرین کے ذریعے خطبے کا ترجمہ مہیا کرایا جاتا ہے، تاکہ ہر کوئی اللہ کا پیغام اپنی زبان میں سمجھ سکے۔



حجِ تمتع۔ سکون اور صبر کا درمیانی وقفہ

میرا یہ سفر 'حجِ تمتع' تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ایک عجب عنایت ہے۔ مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد جب ہم مکہ پہنچے، تو احرام کی پابندی میں عمرہ مکمل کیا۔ اس کے بعد حج کے قوانین کے مطابق ہم نے احرام کھول دیا اور عام لباس میں آ گئے۔

عمرہ اور حج کے بیچ کے یہ چند دن ایک عجیب 'انتظار' کے دن تھے۔ جسم تو عام کپڑوں میں تھا، مگر روح ابھی بھی انہی سفید چادروں میں اٹکی تھی۔ یہ وقفہ اس لیے تھا تاکہ حاجی اپنی تھکان مٹا سکے اور ۷/۸ ذوالحجہ سے شروع ہونے والے حج کے کٹھن ارکان کے لیے خود کو تازہ دم کر سکے۔

لیکن ان خالی دنوں میں بھی، جب میں حرم کی طرف جاتا، تو میرا 'فلسطینی کفیہ' میرے ساتھ ہوتا۔ عمرہ کے احرام اور حج کے احرام کے بیچ کا یہ وقت میں نے دعاؤں اور اس مجبور امت کے غم کو سینے میں جذب کرنے میں گزارا، جس کا ذکر میں نے اپنے سفرنامے میں آ گے کئی بار کیا ہے۔

۷۔ قرآن کی گواہی - سورۃ المائدہ (آیت ۵۱) اور میری شکایت

اپنے مسلم حکمرانوں کی مصلحت پسندی اور خاموشی دیکھ کر دل رنجیدہ تھا۔ میں اکثر اپنے رب کے حضور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ پڑھتا اور اپنی بے بسی کی شکایت درج کراتا کہ اے اللہ! یہ تیرے دین کے رکھوالے آج باطل کے ساتھ کھڑے ہیں۔

۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ

"اے ایمان والو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست (مددگار اور سرپرست) نہ بناؤ، وہ (تمہارے مقابلے میں) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی انہیں اپنا دوست بنائے گا، تو بیشک وہ انہی میں سے (گنا جائے) گا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (سورۃ المائدہ:۵۱)

"وہ انہی میں سے ہے": یہ وہ سخت وارننگ ہے جو ان مسلم حکمرانوں کے لیے ہے جو مظلوموں کا ساتھ دینے کے بجائے ظالموں کے ساتھ اپنے رشتے اور تجارت (Business) بچانے میں لگے تھے۔ یہ آیت میرے لیے ایک روحانی کوڑے کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ یہ محض لفظ نہیں ہیں، بلکہ ان حکمرانوں کے مقدر کا فیصلہ ہے جنہوں نے مظلوموں کی سسکیوں پر اپنے 'مفادات' (فائدے) کو چنا۔

پورے حج کے دوران - چاہے وہ طواف ہو، سعی ہو یا منیٰ کی راتیں - میرا مرکزِ توجہ (Core Focus) وہی غزہ کے معصوم بچے، بے بس عورتیں، بوڑھے، جانباز صحافی، ڈاکٹرز اور عام شہری تھے جو انسانیت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ دل زخمی تھا، روح تڑپ رہی تھی، مگر سوائے آنسوؤں اور دعاؤں کے میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہ تھا۔

۸۔ ارادے کی طاقت - وہ ایک پیر والا مسافر اور میرا ٹوٹا ہوا وہم

عزیزیہ کے ہمارے فلیٹ سے حرم شریف تک کا سفر روزانہ کا معمول تھا۔ سفر کی شروعات سے ہی میرے پیروں میں تکلیف رہنے لگی تھی۔ پیروں میں چھالے اور تیز درد کی وجہ سے زیادہ چلنا محال تھا۔ میری بیگم ماشاءاللہ صحت مند اور پھرتیلی تھیں، ان کا دل چاہتا کہ دن میں دو تین طواف کریں، لیکن میری مجبوری اور درد کی وجہ سے وہ بھی ایک ہی طواف کر پاتی تھیں۔ مجھے اکثر یہ احساس کھائے جاتا کہ میری وجہ سے ان کی عبادت میں کمی رہ رہی ہے۔

ایک دن، جب ہم شٹل بس (Shuttle Bus) سے حرم جا رہے تھے، میری نظر ایک جوان مرد پر پڑی۔ وہ ایک پیر سے معذور تھا، لیکن اس کی پھرتی اور تیز رفتار دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی۔ وہ جتنی تیزی سے بس میں سوار ہوا، اتنی ہی تیزی سے حرم پہنچ کر اتر بھی گیا۔ اسے دیکھ کر میرے اندر نہ جانے کہاں سے ایک بجلی سی کوندھی۔

میں نے اپنے درد کو بھلا کر اس کی طرف دوڑ لگائی اور لپک کر اسے گلے لگا لیا۔ میری آنکھیں بے ساختہ بہنے لگیں۔ وہ اجنبی شاید سمجھ نہ پایا کہ اس ملن کی وجہ کیا ہے، اور میں سسکیوں کی وجہ سے کچھ بول نہ سکا۔ وہ مسکرا کر اپنے راستے چل دیا، لیکن مجھے ایک بہت بڑا سبق دے گیا۔

میں نے اپنی بیگم سے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کی، کیونکہ ایک مرد کے لیے اپنی شریکِ حیات کے سامنے رونے میں تھوڑی جھینپ محسوس ہوتی ہے، مگر اس دن آنسو رکنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس دن مجھے اپنے پیروں کا کوئی درد محسوس نہیں ہوا۔ جس انسان سے ایک طواف نہیں ہو رہا تھا، اس دن میں نے بیگم کے ساتھ بڑے سکون سے دو طواف مکمل کیے۔

اس دن مجھے سمجھ آیا کہ تکلیف جسم کے کسی حصے میں نہیں، بلکہ ہمارے دماغ اور ارادے میں ہوتی ہے۔ اگر حوصلہ جوان ہو، تو جسم کی معذوری کبھی راستہ نہیں روک سکتی۔

۹۔ دہلیز اور دعا- مسجد الراجحی اور اس دیہاتی کا واقعہ

مکہ کا ایک اور واقعہ مجھے آج بھی بے چین کر دیتا ہے۔ ہمارے عزیزیہ فلیٹس کے پاس ہی 'مسجد الراجحی' ہے، جہاں حج کے دنوں میں برِ صغیر (بھارت-پاکستان-بنگلہ دیش) کے حاجیوں کا ایک ہجوم امڈ تا ہے۔ الحمدللہ، ہمیں تین جمعے حرم شریف میں نصیب ہوئے تھے۔ حج کے سفر سے ٹھیک پہلے والے جمعے کے لیے ہم نے طے کیا کہ ہم مسجد الراجحی میں ہی نماز ادا کریں گے، تاکہ حرم میں نئے آنے والے مسافروں کو طواف اور زیارت کا زیادہ موقع مل سکے۔

جمعے کے بعد ایک پاکستانی عالم نے اردو میں خطبے کا ترجمہ اور بیان شروع کیا۔ ان کے بیان کی ایک بات میرے دل میں ہمیشہ کے لیے پیوست ہو گئی۔ انہوں نے دعا مانگنے کے طریقے پر ایک روحانی واقعہ سنایا:

"ایک دیہاتی کسان حرم شریف میں دعا مانگ رہا تھا۔ وہ کوئی رٹی رٹائی عربی دعا نہیں پڑھ رہا تھا، بلکہ اپنے رب سے اپنی ہی دیہاتی بولی میں باتیں کر رہا تھا۔ اس نے نہایت عاجزی سے کہا: 'یا اللہ! میں ایک ان پڑھ دیہاتی کسان ہوں، مجھے مانگنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ مگر اے میرے مالک، میرے علاقے میں ایک ریت (رواج) ہے کہ جب کوئی مانگتا مانگتا ہماری دہلیز پار کر کے گھر کے آنگن تک آ جائے، تو ہم اسے کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں بھیجتے۔ یا اللہ! میں بھی در در مانگتا ہوا آج تیرے گھر کی چوکھٹ کے اندر آ گیا ہوں- اب مجھے یہاں سے خالی ہاتھ نہ بھیجنا۔'"

عالم صاحب کی اس بات کے پیچھے ایک بڑی دلیل تھی۔ اکثر ہم عربی کی بڑی بڑی دعائیں رٹ لیتے ہیں جن کا مطلب ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جب ہم اپنی 'مادری زبان ' (Mother Tongue) میں اپنے رب سے بات کرتے ہیں، تو وہ سیدھا دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے۔ اللہ تو ہر زبان پر قدرت رکھتا ہے۔ اپنی زبان میں مانگنے والا اپنے رب سے براہِ راست (Direct) جڑ جاتا ہے۔ اس وقت مانگنے والے اور رب کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔ وہ دعا محض الفاظ نہیں، بلکہ روح کی پکار بن جاتی ہے۔

۱۰۔اصل سفرِ حج۔ منیٰ کی روانگی اور دیوانگی

28 اپریل کو حج کے سفر پر نکلنے کے بعد، بالآخر ۳ جون / ۷ ذوالحجہ کی وہ مقدس گھڑی آ گئی جب اصل سفرِ حج شروع ہونے جا رہا تھا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد، ۲۹ اپریل کی صبح ہی سعودی حج منسٹری (Hajj Ministry) کے اہلکاروں نے ہمیں 'نسک کارڈ (Nusuk Card) ' بنا کر سونپ دیے تھے۔ یہ کارڈ ہماری بائیو میٹرک اور ساری ڈیٹیلز کے ساتھ ڈیجیٹل (Digital) روپ سے درج تھا، جسے ہر وقت ساتھ رکھنا لازمی تھا۔

اس کے علاوہ، منیٰ کیمپ کے معلم کے ملازمین نے منیٰ اور عرفات کے ہمارے خیموں (Tents) کی ڈیٹیلز والا ایک اور کارڈ دیا، جسے سکین (Scan) کر کے کیمپ کی معلومات حاصل کی جا سکتی تھی۔ ان دونوں کارڈز کو مکمل حفاظت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھنا ہماری ذمہ داری تھی۔

عزیزیہ سے مغرب کے فوراً بعد منیٰ جانے کے لیے بسیں آ گئیں۔ پہلی ہی بس میں ہم دونوں تلبیہ پڑھتے ہوئے سوار ہو گئے۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے دل کی جو کیفیت تھی، وہ ناقابلِ بیان ہے، آنکھیں اشکبار ہو چلی تھیں اور قلب (دل) میں ایک غضب کی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

"لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک و الملک، لا شریک لک۔ ("میں حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک (ساجھے دار) نہیں ہے، میں حاضر ہوں۔ بیشک تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔)

تلبیہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ذریعے جو پکار (حج کا اعلان) لگائی تھی، ہم اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اخلاص (Sincerity) کے ساتھ بار بار "تیرا کوئی شریک نہیں" کہنا یہ اعلان ہے کہ حاجی صرف اور صرف اللہ کے در کا بھکاری ہے۔

میں نے بیگم کو سیٹ پر بٹھا دیا اور میں خود کھڑا ہو کر، قریب ۲ میل کا سفر جو ایک گھنٹے میں طے ہوا، اس میں تلبیہ پڑھتا رہا۔

منیٰ کی دیوانگی اور خیموں کی حقیقت

چونکہ ہم شروعاتی گاڑیوں میں سوار ہوئے تھے، اس لیے دیگر حاجیوں کے مقابلے ہم بہت جلدی پہنچ گئے۔ ہم ایک دم شروع میں، رات ۹ بجے تک اپنے منیٰ کے خیموں (Tents) میں آ چکے تھے۔

یہاں کا منظر روح کو جھنجھوڑ دینے والا تھا۔ تقریباً ۷ الاکھ حاجیوں کے لیے یہاں ٹینٹ لگے تھے جو الگ الگ کیٹیگری (Category) میں تھے۔ ان میں ہمارے انڈین حج کمیٹی کے خیمے سب سے نیچے کی کیٹیگری کا انتظام ہوتا ہے، جہاں بھیڑ اور وسائل کی کمی اکثر محسوس ہوتی ہے۔ خیموں کی یہ پوری بستی روحانی دیوانگی اور نظم و ضبط کے بیچ کا ایک عجیب سا ملاپ تھی۔

منیٰ کا ٹینٹ - عبادت، کشمکش اور صبر

ہمارے ٹینٹ میں تقریباً ۲۰۰ حاجیوں کے رہنے کا ۵ دنوں کے لیے انتظام تھا۔ یہاں ۶ x1.75 فٹ کا ایک بیڈ(Bed) ، تکیہ، کمبل، چادر، چھاتا اور پانی کی بوتل مہیا کرائی گئی تھی۔ چائے اور پانی کا انتظام تھا، لیکن ٹینٹ میں جگہ کم تھی۔ عشاء کی نماز ٹینٹ میں ہی بیڈ ہٹا کر، کئی ٹکڑیوں میں ادا کی گئی۔

بسیں فجر تک آتی رہیں، جس سے بعد میں آنے والے حج مسافروں کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ بیڈ کچھ کم پڑ گئے تھے۔ کشمکش کے ساتھ سبھی کو ایڈجسٹ (Adjust) کیا گیا۔ اس رات شاید ہی کوئی سو سکا ہو۔ تہجد کی نماز کے بعد فجر بھی عشاء کی طرح ہی ٹینٹ میں ہی ادا کی گئی۔

ٹوائلٹ اور وضو کے لیے ضرورت سے کم انتظام ہونے کی وجہ سے لمبی لائنیں لگ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد ہی ہمارے ٹینٹ میں ناشتہ آگیا- مونگ کی دال اور روٹی، ساتھ میں چیز، جیم، سیب اور سنگترہ۔ دال گرم اور اچھی تھی۔ ناشتہ کر کے لوگ سو گئے۔ میں بھی ۱۰ کے بعد ہی اٹھا۔

خواتین کا ٹینٹ الگ، سامنے ہی تھا۔ ظہر اور عصر کی نماز منیٰ کیمپ میں ہی ادا کی۔ دوپہر کا کھانا ظہر بعد کھایا، جس میں چکن کا سالن اور روٹی تھی۔ زندگی کا یہ منظر ہمیں صبر اور عبادت کے درمیان توازن (Balance) بنانا سکھا رہا تھا۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی

منیٰ-دنیا کی عظیم ترین خیمہ بستی (Tent City)

منیٰ کو دنیا کی سب سے بڑی 'ٹینٹ سٹی' کہا جاتا ہے۔ تقریباً ۲۰ لاکھ سے زائد (زیادہ) لوگ یہاں ۸ سے ۱۲ ذوالحجہ تک قیام کرتے ہیں۔ یہ بستی سال بھر خاموش رہتی ہے اور حج کے ۵ دنوں میں اپنی رونقوں کے ساتھ آباد ہو جاتی ہے۔

- **فائر پروف خیمے (Teflon-Coated):** ۱۹۹۷ کے بڑے حادثے کے بعد سعودی حکومت نے پورے منیٰ کو ان جدید (Modern) اور آگ سے محفوظ خیموں میں تبدیل کر دیا۔ سفید رنگ نہ صرف سنت ہے بلکہ یہ گرمی کی شدت کو بھی کم کرتا ہے۔
- **مکتب اور نظم (Organization):** لاکھوں کی بھیڑ میں اپنا راستہ ڈھونڈنا ایک بڑا مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی لیے مکتب (Zone) سسٹم اور رنگین جھنڈوں (Flags) کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ حاجی راستہ نہ بھٹکیں۔
- **حج کی مشقت (Hardship):** اصلی "حج کی روح" منیٰ کی پیدل چلنے والی ان گلیوں میں چھپی ہے۔ عمرہ میں سہولتیں ہوتی ہیں، لیکن منیٰ میں وہ 'مشقت' ہے جو بندے کو اللہ کے قریب لے جاتی ہے۔
- **اتحاد (Unity):** منیٰ کے ایک چھوٹے سے خیمے میں جب الگ الگ ملکوں اور زبانوں کے لوگ ایک ساتھ زمین پر بیٹھتے ہیں، تو وہاں سے 'انسانی بھائی چارے' کا وہ سبق ملتا ہے جو دنیا کی کوئی کتاب نہیں سکھا سکتی۔



منیٰ کی گلیوں میں جب لاکھوں حاجی ایک ساتھ 'لبیک' پکارتے ہوئے جمرات کی طرف بڑھتے ہیں، تو وہ منظر ایسا لگتا ہے جیسے کوئی سفید سمندر لہریں مار رہا ہو۔

ایک چھوٹا سا نکتہ: منیٰ کو 'منیٰ' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ 'منیٰ' کا عربی میں مطلب ہوتا ہے 'تمنا کرنا' یا 'خون بہانا' (قربانی کے حوالے سے)۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادیں جڑی ہیں۔

مسجد الخیف - انبیاء کی مسجد

عصر کے بعد بیگم کے ساتھ مسجد الخیف کی زیارت کے لیے نکلے۔ یہ واحد اور کافی بڑی تاریخی مسجد ہے جو جمرات سے کافی پاس میں ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ خاص طور پر حج کمیٹی کے حاجیوں کو منیٰ رہائش کے دوران اس مسجد میں زیادہ وقت گزارنا چاہیے، اس سے روحانی لطف حاصل ہو گا۔



اس مسجد کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہاں ۷۰ انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز ادا کی ہے۔ اسی نسبت سے اسے 'انبیاء کی مسجد' بھی کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر منیٰ میں اسی مقدس مقام پر قیام فرمایا تھا اور یہیں نماز ادا کی تھی۔ عربی زبان میں 'خیف' اس جگہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھوڑی اونچائی پر واقع ہو۔ چونکہ یہ مسجد پہاڑ کے دامن اور وادی کے اوپری حصے پر تعمیر کی گئی ہے، اسی لیے اس کا نام 'مسجد الخیف' پڑا۔

مسجد الخیف ہمارے ٹینٹ کے پاس ہی، تقریباً ۱ میل سے کم ہی دوری پر تھی۔ پہلے مسجد کے پاس ہی 'البیک' (Al Baik) سے سنیکس کھا کر تھوڑی توانائی حاصل کی، اس کے بعد مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی۔

عرفات کی طرف-روحانی سفر کا سب سے بڑا پڑاؤ

نماز کے فوراً بعد کیمپ کے ایک ساتھی کی کال آئی کہ واپس آ جائیں، بسیں عرفات نکلنے کے لیے آ رہی ہیں۔ ہم فوراً اپنے کیمپ کو نکلے، مگر جس راستے سے آئے تھے، وہ سعودی انتظام کاروں نے بند کر دیا تھا۔ کافی گھوم کر جانے کو کہا گیا، جس سے بڑی غصہ لگی۔ ان انتظام کاروں کو کوستے ہوئے ہم کیمپ کو روانہ ہوئے۔ اب جو راستہ ۱ میل سے کم تھا، وہ ۳ میل سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

عشاء کے وقت کیمپ پہنچے۔ خیر، بسیں ابھی نہیں آئی تھیں، لیٹ تھیں۔ کھانے میں بریانی تھی۔ کھانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ کے لیٹ گئے، مگر سو نہیں سکے۔ عرفات کے لیے بسیں رات ۱۲ بجے آئیں۔ بسوں میں پہنچنے کے لیے لمبی لائن اور تھوڑی مشقت کرنی پڑی۔

قریب ا بجے کے بعد ہم بس تک پہنچے۔ بس بھری تھی، خیر، ہم دونوں نے کھڑے ہو کر عرفات تک کا سفر کیا۔ راستے بھر ہم تلبیہ ("لبیک اللھم لبیک") پڑھتے جا رہے تھے۔

دلچسپ بات یہ رہی کہ بس کے ڈرائیور (جو شاید عرب ہی تھا) نے اپنے ساؤنڈ سسٹم سے ہی تلبیہ لگا رکھا تھا۔

یہ عرفات تک کا ایک بے حد روحانی سفر تھا۔ راستے بھر ہم تلبیہ پڑھتے رہے اور اپنی لبیک کی صداؤں کو بلند کر کے اس بڑے میدان میں حاضری کی گواہی دیتے رہے۔ راستے میں بہت جام نہیں تھا، اس لیے ا گھنٹے میں ہم عرفات کیمپ تک پہنچ گئے۔ الحمد للہ! تقریباً ۲:۳۰ AM تک ہم اپنے عرفات کیمپ کو پہنچ چکے تھے۔ شکر ہے پاک پروردگار کا جس نے آج یہ دن دکھایا، جس کو لفظوں میں بیان کرنا شاید ممکن نہیں۔ قلب (دل) کی کیا کیفیت تھی، وہ ناقابلِ بیان تھی۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے یہ شعر ذہن میں گونج اٹھا:

قافلہ ہو گیا تازہ، ضیائے حرم سے

عشق کو پھر ملا ہے سرخرو ہونے کا مقام!

۱۱۔ عرفات کی سسکیاں-غزہ کے مظلوموں کے لیے اٹھی ایک فریاد

عرفات کے ٹینٹ میں تہجد کے بعد فجر کی نماز باجماعت کیمپ میں ہی ہوئی۔ منیٰ کے مقابلے یہاں ٹینٹ بڑے تھے اور تنگ بھی کم تھے، جس سے تھوڑی راحت محسوس ہوئی۔ خواتین کے کیمپ کچھ فاصلے پر ہی تھے۔

کچھ دیر لیٹنے کے بعد، ہم لوگوں نے مسجدِ نمرہ جانے کے بارے میں چرچا کی۔ ہمارے روم کے ۲ ساتھی بھی جانا چاہ رہے تھے۔ وہیں، کچھ لوگ جبلِ رحمت جا رہے تھے جو کیمپ سے تقریباً ۱ میل دور تھی۔ اللہ کی رحمت کا تصور اور ہر طرف پھیلی زائرین کی بھیڑ، روح کو ایک عجیب سکون دے رہی تھی۔

مسجدِ نمرہ کی طرف-ایک یادگار سفر

مسجدِ نمرہ جانے کے لیے وہاں موجود ان لوگوں کا مشورہ تھا جو پہلے حج کر چکے تھے کہ 'جگہ نہیں ملے گی'۔ مگر ہم تین لوگ تقریباً ۸:۳۰ بجے صبح مسجدِ نمرہ کو نکل پڑے۔ کیمپ سے مسجدِ نمرہ کی دوری ۲ میل سے کچھ کم تھی۔

منیٰ میں ملے چھاتے کے ساتھ ہم نکلے، تلبیہ پڑھتے جا رہے تھے۔ راستے بھر جوس، پانی، بسکٹ، اور ناشتے کی کٹ چھاتا دینے والوں کا تانتا لگا تھا۔ سعودی پولیس حاجیوں پر پانی سپرے کر رہی تھی، اور وہ بھی بڑے ہی محبت کے ساتھ۔ منظر بڑا دلکش تھا، اور عمر بھر نہ بھولنے والا۔ اس روحانی کیفیت کا اثر یہ تھا کہ نہ تو دھوپ کا احساس تھا اور نہ ہی چلنے کی تھکان محسوس ہو رہی تھی۔ ۱ گھنٹے کی چہل قدمی کے بعد ہم مسجدِ نمرہ میں تھے۔

مسجدِ نمرہ - عرفات کا روحانی مرکز

مسجدِ نمرہ سفرِ حج کا سب سے اہم اور مرکزی مقام ہے۔ یہ میدانِ عرفات میں واقع ہے اور ۹ ذوالحجہ (یومِ عرفہ) کو یہاں کا منظر قابلِ دید ہوتا ہے۔

- **خطبۂ حج:** یہ وہ گھڑی ہوتی ہے جب پوری دنیا کے مسلمان ایک ہی پیغام (اللہ کی توحید) کو سنتے ہیں۔ یہاں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ (جمع بین الصلاتین) ادا کی جاتی ہیں، جو سنتِ رسول ﷺ ہے۔
- **حضور ﷺ کا خیمہ:** جس جگہ آپ آج مسجد کا منبر (Imam's Place) دیکھتے ہیں، وہیں اللہ کے رسول ﷺ کا خیمہ مبارک لگا تھا اور آپ نے اونٹنی 'قصواء' پر سوار ہو کر وہ تاریخی خطبہ دیا تھا جس نے انسانی حقوق (Human Rights) کی بنیاد رکھی۔
- **حدود (Boundaries) کا مسئلہ:** وادیِ عرنہ (مسجد کا اگلا حصہ) عرفات کی حدود سے باہر ہے۔ شریعت کے مطابق وقوفِ عرفات (عرفات میں ٹھہرنا) حج کا سب سے بڑا رکن ہے، اس لیے مسجد کے پچھلے حصے میں رہنا لازمی ہے تاکہ حج مکمل ہو سکے۔
- **توسیع (Expansion):** سعودی حکومت نے اس مسجد کو جدید (Modern) دور کی ضرورتوں کے مطابق اتنا وسیع (چوڑا) کر دیا ہے کہ اب یہ دنیا کی بڑی مسجدوں میں شمار ہوتی ہے۔ مسجدِ نمرہ کے ۶ مینار ہیں اور اس کی اونچائی لگ بھگ ۶۰ میٹر ہے۔ اس کی سادگی اور وقار (Dignity) دور سے ہی نظر آتا ہے۔

میری یہ رائے ہے کہ اگر چلنے کی سکت ہو، تو عرفات کو یہاں ضرور آنا چاہیے، اور یہاں سے ہی پیدل مزدلفہ کو جانا چاہیے۔ بہت لطف حاصل ہو گا ان شاء اللہ۔

مسجدِ نمرہ میں توحید کا سماں اور روحانی کیفیت

میرے باقی دونوں ساتھی مسجد تک آکے واپس کیمپ کو روانہ ہو گئے تھے۔ چھاتا بند کرتے وقت بائیں ہاتھ کا انگوٹھا ذرا سا کٹ گیا اور کچھ خون بہنے لگا تھا۔ مسجد کے صحن میں ہی میڈیکل ٹیم مستعد تھی، انہوں نے فوراً خون صاف کر کے دوا لگا کر بینڈیج (Bandage) چپکا دیا اور ایک ایکسٹرا بینڈیج بھی دے دیا۔

نمرہ میں اس سال پچھلے سالوں کے مقابلے کافی کم لوگ پہنچے تھے۔ پچھلے سال کے حادثے سے سعودی حکومت نے اس سال بہت سختی کر رکھی تھی، اس لیے لاکھوں کی تعداد میں وہ حاجی نہیں آسکے جو بن اجازت حج منسٹری کے آجایا کرتے تھے۔ صرف ۱۶-۱۷ لاکھ حاجی ہی اس سال حج کر رہے تھے۔



اس سال اللہ کا کرم تھا کہ گرمی، جو پچھلے سال ۵۱-۵۲ ڈگری تک تھی، اس سال ۴۴-۴۵ تک ہی رہی۔ بہر حال، مسجدِ نمرہ میں ۱۰ بجے سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ تب سے لے کر زوال تک تلبیہ کا جو سماں بندھا، وہ دل کی گہرائیوں میں سما گیا تھا۔ وہ لاکھوں حاجیوں کا ایک ساتھ لبیک پڑھنا، رہتی عمر اب ان شاء اللہ دل میں بسا رہے گا۔ آنکھیں بے ساختہ بہہ چلی تھیں، جن کو روکنا اب بس میں نہ تھا۔ اس روحانی ماحول کو بیاں کرنے کے لیے لفظ ہی کم پڑ رہے ہیں۔ 'لبیک' کی صدا، سیدھے دل میں اتر رہی تھی۔

عرفات کی دوپہری- حقیقت اور بے بسی

زوال سے پہلے امت کے 'سپر پاور' ملک سے آئے ہمارے ہمسایہ بھائیوں میں بڑی فکر تھی۔ وہ ۴-۵ لوگ اپنے ملک کے مفتیانِ کرام سے ایک بہت اہم مسئلے پر رائے یا کہیں 'فتویٰ' مانگنے میں مصروف تھے۔ اہم مسئلہ یہ تھا کہ وہ امام کے پیچھے ۲ رکعت پڑھیں یا ۴ پوری کریں یا دوبارہ پڑھیں۔ آدھا گھنٹہ سے زیادہ وہ اس پر مصروف رہے۔ نتیجہ کیا نکلا، اللہ واعلم۔ مجھے اس پر کوفت ہو رہی تھی۔ میں نے ان سے بات کرتے ہوئے کہا، 'مئی میں ہوئی جھڑپ کے دوران آپ کا ملک بھلے ہی تین رافیل گرانے کا شور مچا رہا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے ایٹم بم اور بڑی دوری مارنے والے میزائل صرف اپنے کو بچانے کے لیے بنائے ہیں۔ ادھر ڈیڑھ سال سے غزہ کے مظلوم اللہ کو جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں اور پکار رہے ہیں کہ کوئی ہے جو ظالم کا ہاتھ پکڑ لے۔ ایک مرکوا (Merkava Tank) گرانا تو دور، زبانیں تک سلی ہوئی ہیں۔ امت ہے کہیں یا صرف باتوں- تقریروں میں؟'

خاموش ان پڑوسیوں کے پاس جواب نہیں تھا۔

میدانِ عرفات - خطبہ اور حقیقت

زوال ہوتے ہی خطبہ حج شروع ہوا، جسے شیخ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید انجام دے رہے تھے۔ وہ ایک تحریر شدہ خطبہ تھا جسے حکومت کی جانب سے لفظ بہ لفظ پڑھنا تھا۔ ۲۰ منٹ کے خطبے میں سے ۱۹ منٹ روایتی باتوں اور انتظامیہ کی تعریفوں میں گزر گئے۔ فلسطین اور دنیا کے مظلوموں کے لیے محض چند سیکنڈ کی دعا ہوئی اور پھر شاہی خاندان کے حق میں دعا کے ساتھ خطبے کا اختتام ہوا۔

اس لمحے کی کچھ گہری باتیں

- **امت کی امیدیں:** عرفات کا خطبہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک 'گائیڈ' کی طرح ہوتا ہے۔ جب دنیا میں مسلمان (خاص کر غزہ اور فلسطین میں) اتنے مشکل دور سے گزر رہے ہوں، تو ایک عام مسلمان کی روح یہ چاہتی ہے کہ منبرِ رسول ﷺ سے ان کی بے بسی پر کوئی پُر اثر بات کہی جائے۔
- **مشقت اور روحانیت:** ایک طرف وہ شاہی انتظام اور نپے تلے الفاظ تھے، اور دوسری طرف لاکھوں حاجیوں کی وہ تڑپ جو تپتی دھوپ میں اپنے بھائیوں کے لیے رو رہے تھے۔ شاید اللہ کو ان کاغذی الفاظ سے زیادہ ان 'اشکبار آنکھوں' کی دعائیں پسند آئی ہوں گی جو میدان کے کسی کونے میں خاموشی سے رو رہی تھیں۔
- **ایک روحانی تسلی:** خطبہ بھلے ہی کسی بھی رنگ کا ہو، لیکن عرفات کی زمین پر مانگی گئی ہماری انفرادی دعائیں اور وہ سسکیاں جو ہم نے غزہ کے نام پر بھری تھیں، وہ کسی سرکاری سنسر شپ کی محتاج نہیں۔ اللہ دلوں کے حال اور نیتوں کو بہتر جانتا ہے۔

عرفات کی دعائیں-دل کی گہرائیوں سے

عرفات کے اس روحانی ماحول میں، جب ساری دنیا ایک طرف اور رب کی ذات ایک طرف تھی، میری دعاؤں کا ایک اہم حصہ یہ تھا کہ ---

"یااللہ! آج عرفات کے اس میدان میں لاکھوں تیرے بندے لبیک کہہ رہے ہیں، لیکن میرا دل ان ملبوں میں اٹکا ہے جہاں تیری امت کے معصوم بچے، بے بس عورتیں اور کمزور بوڑھے تڑپ رہے ہیں۔ یااللہ! ان ہسپتالوں کے منظر یاد آرہے ہیں جہاں زخموں کا علاج کرنے والے ڈاکٹرز خود ملبے کے نیچے ہیں، اور ان جانباز صحافیوں کے چہرے، جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ظالم کے ظلم کی داستان دنیا کو سنا رہے تھے اور آج خود خاموش کر دیے گئے۔ ان کی شہادتوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ ان کی قربانی کو ضائع نہ کر، اور ان کی روحوں کو اعلیٰ مقام عطا فرما۔ اے میرے مالک! یہ نہتے عام شہری آج ظالم کی توپوں اور ٹینکوں کی زد میں ہیں۔ یااللہ! یہ ہاتھ جو آج تیری بارگاہ میں اٹھے ہیں، ان کا مان رکھ لے! ہم تو بے بس ہیں، پر تو تو قادرِ مطلق ہے۔ ہم میں سے ہی ایسے لوگ پیدا کر جو ان ظالموں کے ہاتھ پکڑ سکیں، جو ظلم کو روکنے کی قوت رکھتے ہوں۔ ہمیں اس دورنگی اور مصلحت پسندی سے نکال جو ہمیں تماش بین بنائے بیٹھی ہے۔ اے اللہ! ان جیالوں کو جو سینہ تان کر ڈٹے ہیں ظالم کے سامنے، ان کو استقامت عطا کر۔ دشمنوں کے دلوں میں ان کا خوف پیدا کر۔ یا اللہ! وہ اپنی جانوں کے نذرانے سے امت کا فرضِ کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ میرے مالک! ان کو ثابت قدم رکھ، غیب سے مدد فرما دے۔ اے ربِ کریم! تو ابابیل سے ہاتھیوں کو کچلنے پر قادر ہے۔ اے اللہ! تجھے تیرے جلال کا واسطہ، میرے پروردگار کرم فرما دے۔ آمین!"

دعاؤں کا سلسلہ صرف امت تک محدود نہ تھا۔ میں اپنی ذات کے لیے، اپنے اہلِ خانہ، بچوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے، اور ان سبھی کے لیے جنہوں نے دعاؤں کے لیے کہا تھا، اپنے رب کو منانے میں لگا تھا۔ میں اس دیہاتی کی طرح مچل کر اپنے رب سے مانگ رہا تھا، اے میرے مالک! یہ گدا، یہ سوالی مانگتا مانگتا اب تیرے در تک آ گیا ہے۔ اب ہماری جھولی بھر دینا میرے آقا! دل میں ایک عجیب سا خوف اور امید کا منظر تھا۔ میں گناہوں کی گٹھری لاد کر آیا ہوں مالک، معاف کر دینا نہیں تو میدانِ محشر میں ذلیل اور ناکام ہو جاؤں گا یہ تیرا گنہگار بندہ۔

عرفات کا میدان گواہ تھا کہ ایک تڑپتا ہوا دل اپنے رب کی رحمت کی بھیک مانگ رہا تھا۔ آنکھیں ایسے بہہ رہی تھیں مانو برسات کا کوئی ٹوٹتا ہوا بادل ہو۔ وہ آنسو صرف پانی کی بوندیں نہیں تھے، بلکہ روح کے اندر جمع ہوئے گناہوں کے بوجھ اور رب کی محبت کے احساس کا نچوڑ تھے جو زمین پر گر رہے تھے۔ یا اللہ! تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ جب خاتمہ ہو، تو ایمان پر ہی ہو۔ میرے مالک، میرا ایمان سلامت رکھنا۔ میری جان، میرا امال، میری اولاد کو اپنے کاموں میں لے کر کامیاب کر دے میرے مالک، آمین!

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اسی لیے مسلماں، میں اسی لیے نمازی

عرفات سے روانگی-مزدلفہ کی طرف

زوال سے لے کر تقریباً ۴:۳۰ بجے تک، میں مسلسل اپنے رب کے حضور گڑگڑاتا رہا۔ عرفات کے میدان میں رب سے گڑگڑانے کے بعد، اب واپسی کا وقت تھا۔ کیمپ پہنچنے تک

شام کے ۶ بجنے والے تھے۔ بیگم کیمپ میں ہی تھیں، اس لیے انہیں ساتھ لے کر بس کی طرف بڑھنا تھا۔

مغرب کے فوراً بعد ہی بسوں کا مزدلفہ کے لیے نکلنا طے تھا، اس لیے مغرب سے پہلے ہی لوگ بسوں پر بیٹھنے لگے تھے۔ ہم بھی بس میں بیٹھ گئے۔ بسوں کی بھاری تعداد کی وجہ سے ان کا چلنا بہت دھیرے دھیرے ہو رہا تھا، جیسے رینگ رہی ہوں۔

کافی انتظار اور جدوجہد کے بعد، ہم رات ۹ بجے سے کچھ پہلے مزدلفہ پہنچ چکے تھے۔ یہ ایک نئے پڑاؤ کی شروعات تھی۔

مزدلفہ کی مقدس رات - کھلے آسمان کے نیچے

مزدلفہ پہنچ کر، سڑک کنارے جہاں دریاں بچھی تھیں، ہم نے اپنا تھوڑا سا سامان وہیں رکھ دیا۔ عرفات کیمپ سے ملی بریانی کو ہم دونوں نے مل کر کھایا۔ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنے کے بعد ہم وہیں لیٹ گئے۔ دو دن سے لگاتار جاگے ہونے کی وجہ سے، تین گھنٹے کی نیند آ گئی، جو ترو تازہ کر دینے والی تھی۔

رات کے قریب ۲:۳۰ بجے ہم اٹھے، وضو کیا اور تہجد کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد، فجر کی نماز کے لیے مسجد مشعر الحرام کی طرف نکلے۔ یہ مسجد ہماری قیام کی جگہ سے قریب ایک میل دور تھی۔ اس مقدس مسجد کا ذکر قرآن میں بھی ہے، جہاں اللہ کے حبیب ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔

مسجد کے اطراف کا منظر بہت شاندار تھا۔ چاروں طرف زمین پر ربر جیسی کوئی چیز بچھائی گئی تھی۔ اگر نمرہ سے پیدل آیا جائے، تو یہ مسجد پہلے ہی پڑتی ہے۔ یہیں حاجی قیام کرتے ہیں۔

ہم نے دیکھا کہ وہاں بڑی بڑی ٹرے میں چاول اور گوشت - جو سعودی کی بہت مہنگی اور خاص ڈش ہے - جگہ جگہ رکھی تھی۔ ساتھ ہی کھانے، جوس وغیرہ کا اتنا انتظام تھا کہ صبح فجر کے وقت بھی کافی کھانا بچا ہوا تھا۔

بیگم کو مسجد کے اندر جگہ مل گئی، لیکن مردوں کے لیے مسجد بھر چکی تھی، اس لیے میں نے باہر ہی نماز پڑھی۔ نماز اور دعا کے فوراً بعد، میں اپنی قیام کی جگہ کی طرف لوٹا، جہاں آگے کے سفر کا سامان رکھا تھا۔

مسجدِ مشعر الحرام-مزدلفہ کی برکت

یہ مسجد مزدلفہ میں واقع ہے، جو منیٰ اور عرفات کے درمیان کا راستہ ہے۔ حج کے دنوں میں (۹ اور ۱۰ ذوالحجہ کی درمیانی رات) جب حاجی عرفات سے واپس لوٹتے ہیں، تو اسی میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رات گزارتے ہیں۔

- **قرآنِ پاک میں ذکر:** یہ اس مقام کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ (آیت ۱۹۸) میں خاص طور پر حکم دیا: فَإِذَآ أَفَضۡتُم مِّنۡ عَرَفَٰتٖ فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ عِندَ ٱلۡمَشۡعَرِ ٱلۡحَرَامِۖ وَٱذۡكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمۡ "پھر جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعرِ حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی ہے---"



- **حضور ﷺ کا وقوف:** نبی کریم ﷺ نے یہاں نہ صرف قیام فرمایا، بلکہ فجر کی نماز کے بعد تب تک ذکر و اذکار اور دعائیں کیں جب تک کہ سفیدی (صبح کی روشنی) ظاہر نہ ہو گئی۔
- **نام کی وجہ (Etymology):** 'مشعر' کا مطلب ہے 'نشانی' یا 'شعور' (Awareness)۔ یہاں انسان کو اپنی حقیقت اور خدا کی بڑائی کا صحیح شعور حاصل ہوتا ہے۔ اور 'الحرام' کیونکہ یہ حدودِ حرم کا حصہ ہے۔
- **سادگی:** مزدلفہ کا وہ عمل، جہاں شہنشاہ اور فقیر سب ایک ہی زمین پر سوتے ہیں اور جمرات کے لیے کنکریاں چنتے ہیں، وہ انسان کے اندر سے تکبر (گھمنڈ) کو ختم کر دیتا ہے۔ مزدلفہ کی وہ رات مساوات (Equality) کی بہترین مثال ہے۔ جہاں نہ کوئی خیمہ (Tent) ہوتا ہے، نہ کوئی تقسیم، بس اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ذکر کی صدائیں۔

کنکریاں چننا-شیطان کے خلاف تیاری

مزدلفہ سے ہمیں شیطان کو مارنے کے لیے کنکر بھی لینے ہوتے ہیں۔ فی حاجی ۴۹ کنکر لینے ہوتے ہیں۔ پہلے دن یعنی ۱۰ ذوالحجہ کو صرف بڑے شیطان کو ۷ کنکر مارنے ہوتے ہیں۔ دوسرے دن یعنی ۱۱ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو ۷-۷ کنکر مارنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تیسرے دن یعنی ۱۲ ذوالحجہ کو بھی تینوں شیطانوں کو ۷-۷ کنکر مارنے ہوتے ہیں۔ ہم نے ۴۹ سے زائد کنکریاں احتیاطاً ایک پانی کی بوتل میں بھر لیں۔

- **کنکر کا سائز:** سنت کے مطابق یہ کنکر چنے کے دانے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر ہونے چاہئیں۔ بوتل میں انہیں جمع کرنا ایک بہت ہی عقلمندی والا طریقہ ہے تاکہ بھیڑ میں یہ کھو نہ جائیں۔
- **نفس پر ضرب:** شیطان کو کنکر مارنا اصل میں اپنے اندر کی برائیوں اور غرور کو کچلنے کی ایک نشانی (Symbol) ہے۔ مزدلفہ کی اس رات میں جب لاکھوں لوگ زمین پر جھک کر کنکر چن رہے ہوتے ہیں، تو وہ نظارہ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی لشکر اپنی اگلی جنگ (برائی کے خلاف) کی تیاری کر رہا ہو۔

منیٰ کی طرف پیدل سفر - صبر اور جذبہ

مسجد مشعر الحرام میں فجر کی نماز اور دعا کے بعد، اپنی قیام گاہ پر دوبارہ پہنچنے میں تھوڑی دقت ہوئی۔ بھیڑ اتنی تھی کہ سب کچھ ایک جیسا لگ رہا تھا۔ خیر، اللہ کا نام لے کر اپنی جگہ تلاش کی اور پیٹھ پر بیگ ٹانگ کر ہم دونوں جمرات کے لیے نکل پڑے۔

صبح ہو چکی تھی، سورج کی پہلی کرنیں مزدلفہ کی وادی کو روشن کر رہی تھیں۔ چاروں طرف حاجیوں کا ایک سیلاب تھا جو منیٰ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ پیدل سفر تھکا دینے والا تھا، لیکن دل میں ایک عجیب سا سکون اور شیطان کو کنکر مارنے کا جذبہ تھا۔

۱۲۔جمرات کا سفر -سفید لباس، سفید امیدیں

مزدلفہ سے جمرات کا تقریباً ۴ میل کا سفر تھا، جو صرف پیدل ہی کیا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف ہزاروں-لاکھوں حاجیوں کا ایک سیلاب تھا۔ جہاں تک نظریں جا رہی تھیں، صرف سفید پوش ہی نظر آ رہے تھے - سفید چادروں میں لپٹے لوگوں کا وہ بڑا شاندار منظر دل کو چھو رہا تھا۔ ایک جمِ غفیر اس بھیڑ میں نہ کوئی چھوٹا تھا، نہ بڑا، سب ایک ہی لباس میں اپنے رب کے حضور حاضر تھے۔

راستے بھر سعودی پولیس کا سلوک بہت ہی قابلِ تعریف تھا۔ وہ پورے راستے محبت سے حاجیوں کو 'عید مبارک' کہتے جا رہے تھے، اور گرمی سے راحت دینے کے لیے پانی کا سپرے بھی کر رہے تھے۔ ان کا یہ خلوص اس کٹھن سفر کو آسان بنا رہا تھا۔

بھیڑ بھلے ہی بہت زیادہ تھی، لیکن دلوں میں ایک عجیب سی طاقت تھی۔ ہم سب 'لبیک اللھم لبیک' کی صدائیں بلند کرتے ہوئے جمرات کی سمت چلے جا رہے تھے۔ وہ آواز صرف زبان سے نہیں، بلکہ پورے وجود سے نکل رہی تھی۔ 'میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں!' کی وہ صدا پورے ماحول کو روحانی بنا رہی تھی۔ نہ پیروں کی تھکان کا احساس تھا، نہ گرمی کی شدت کا، بس ایک ہی دھن تھی - جمرات پہنچ کر شیطان کو کنکر مارنا اور اپنے رب کی رضا حاصل کرنا۔

پیدل چلتے ہوئے میرے پیروں میں درد شروع ہو گیا تھا، لیکن جمرات پہنچنے کا جذبہ کم نہیں تھا۔ راستے میں میں نے ایک ہندوستانی فیملی کو دیکھا، جو اپنی قریب ۶۰ سالہ والدہ کو وہیل چیئر پر لے جا رہے تھے۔ میں نے ان سے وہیل چیئر لے چلنے کو کہا، تو وہ تیار ہو گئے۔ عجیب

بات تھی، وہیل چیئر کو ہاتھوں سے دھکیلنے میں محنت تو لگ رہی تھی، لیکن پیروں کے درد کا احساس کافی کم ہو گیا تھا، کیونکہ پورا جسم حرکت میں تھا اور روح کو سکون مل رہا تھا۔ تقریباً ایک میل میں نے انہیں پہنچایا۔ اس کے بعد، ایک بہت بزرگ (قریب ۷۰-۷۵ سال کے) شخص اپنی اتنی ہی عمر کی خاتون کو وہیل چیئر پر لے جا رہے تھے۔ وہ خاتون قریب ۹۰-۹۵ کلو کی ہوں گی۔ میں نے فوراً ان سے وہیل چیئر لے لی۔ وہ اورنگ آباد کی فیملی تھی۔ میں ان بزرگوں کو ۲+ میل تک آگے کے سفر میں ساتھ لے گیا۔ یہ تھکان نہیں، بلکہ میرے لیے ایک روحانی عبادت تھی۔

جمرات-شیطان کی رسوائی اور رضائے الٰہی

ہم بھی سیدھے جمرات کی طرف چل دیے۔ جمرات میں کنکر مارنے (رمی) والوں کا ایک سیلاب امڈ رہا تھا۔ ہم نے گراؤنڈ فلور سے جمرات میں داخل ہو کر، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت کو دہراتے ہوئے صرف بڑے شیطان (جمرۃ العقبہ) کو کنکر مارے۔

دل نے کہا کہ یہ تو محض ایک علامتی (Symbolic) شیطان ہے، اصل شیطان تو وجود کے اندر سمایا ہوا ہے۔ رمی کا اصل مقصد تو اس اندرونی دشمن کو باہر نکالنا تھا۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ سے ایک نیا عہد (وعدہ) کرنا تھا۔

جب میں نے پہلا علامتی کنکر پھینکا، تو دل نے سوال کیا-

- کیا اب میرا دل حسد (جلن) سے پاک ہو گا؟
- دوسرے پر ارادہ کیا کہ اب زندگی میں جھوٹ کی کوئی جگہ نہیں ہو گی۔
- تیسرے پر کینہ (بدلہ / رنجش) سے پاک ہونے کا وعدہ کیا۔

- چوتھے پر بغض اور نفرت کو۔
- پانچویں کنکری کے ساتھ حقوق العباد (بندوں کے حق) کو ادا کرنے کا عزم کیا۔
- اور چھٹے پر تکبر (گھمنڈ) کی دیوار کو گرا دینے کا وعدہ اپنے رب سے کیا۔ اور جب آخری کنکری ماری،
- تو روح پکار اٹھی - اب میں اپنے رب کا مکمل فرمانبردار رہنے کا عہد کرتا ہوں۔
- یا میرے رب میرے ان توبہ اور آپ سے کیے ان عہد پر قائم رہنے والا بنا دے، آمین۔ اس طرح میری یہ رمی مکمل ہوئی۔

میں نے ان بزرگ خاتون کی وہیل چیئر تھامی ہوئی تھی، ان کے شوہر نے اپنی اور اپنی بیوی کی طرف سے ۷-۷ کنکر مارے۔ اس عظیم عبادت کے بعد، میں اپنی بیگم کے ساتھ بھیڑ سے باہر نکل کر ستانے لگا۔ اللہ کا شکر تھا کہ صبح ۸ بجے تک یہ عمل مکمل ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی، جو کوپن لیا تھا، اس کے مطابق ہماری قربانی بھی ہو چکی تھی، اور الحمدللہ حج کا ایک بڑا ارکان مکمل ہوا۔



عزیزیہ واپسی - صبر کا امتحان

جمرات کے عمل کے بعد، ہمارا اگلا ارادہ حلق کرا کر روم (عزیزیہ) جانے کا تھا۔ جسم پر تھکان اور آنکھوں پر نیند پوری طرح سے حاوی تھی۔ ہم جمرات سے بن داؤد مال کی طرف بڑھے، جو قریب ایک میل سے کچھ کم دوری پر تھا، جہاں سے ہمیں عزیزیہ کے لیے ٹیکسی ملنی تھی۔

صبح کے ۹ بجے ہم بن داؤد پہنچ چکے تھے، لیکن یہاں ٹیکسی والوں کے بھاؤ آسمان چھو رہے تھے۔ عزیزیہ کی دوری ۳ میل سے بھی کم تھی، لیکن بھاڑا ۱۰۰۰ ریال (قریب ₹۲۳,۰۰۰) مانگا جا رہا تھا، جو کہ بہت زیادہ تھا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے، ہم بن داؤد کے انٹری گیٹ پر ہی بیٹھ گئے اور وہیں لیٹ کر انتظار کرنے لگے۔ قریب ۳ گھنٹے کے انتظار کے بعد، جب حاجیوں کا ہجوم کچھ کم ہوا، تب ہمیں ۱۰۰ ریال میں ایک ٹیکسی ملی۔ تب تک دوپہر کے ۱۲ بج چکے تھے۔ ہم بن داؤد پر پیزا اور جوس لے چکے تھے، اس لیے بھوک زیادہ نہیں تھی۔ دوپہر ۱ بجے کے قریب ہم اپنے روم عزیزیہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر حلق کروایا، نہایا، نماز پڑھی اور پھر نیند کی آغوش میں سما گئے۔

منیٰ میں چہل قدمی - اللہ کا رزق

عزیزیہ میں آرام کرنے کے بعد، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی۔ عشاء کے بعد ہم واپس منیٰ کے لیے نکلے۔ ٹیکسی والے نے ہمیں غلط جگہ اتار دیا، جس کی وجہ سے کافی پیدل چلنا پڑا، تب کہیں جا کر منیٰ کیمپ پہنچے۔ حالانکہ، ہم کیمپ نہ جا کر منیٰ میں ہی چہل قدمی کرنے لگے۔ ہمارے کیمپ میں کھانے اور چائے کا معیار (Standard) کچھ خاص نہیں

تھا، اس لیے ہم اکثر دوسرے کیمپوں میں چلے جایا کرتے تھے۔ اس چہل قدمی کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی تھا کہ دنیا کے مختلف خطوں، ملکوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے اپنے امتی بھائیوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع ملتا رہا۔ یہ میل جول ہمیں ایک امت اور اسلامی بھائی چارے (Brotherhood) کا عملی احساس کراتا تھا۔

وہاں دیکھ کر یہ یقین پختہ ہو گیا کہ حکمرانوں نے بھلے ہی اپنے سیاسی مقاصد کے لیے امت کو سرحدوں میں بانٹ دیا ہو، مگر ایک عام مسلمان کے اندر آج بھی محبت اور اسلامی اخوت (بھائی چارے) کے عناصر (Elements) موجود ہیں۔ کبھی ان سے کچھ مانگ کر کھانا، تو کبھی جو اپنے پاس ہو وہ انہیں پیش کرنا- یہ صرف لین دین نہیں تھا، بلکہ آپس میں محبت کا اظہار اور اپنی انا کو مارنے کا ایک ذریعہ تھا۔ وہاں یہ احساس بار بار جاگتا تھا کہ آپ اپنے شہر یا علاقے کے کتنے ہی بڑے شخص کیوں نہ ہوں، لیکن اللہ کی اس بستی میں آپ کی حیثیت صرف ایک 'درویش' کی ہے۔ یہاں نہ کوئی بڑا ہے، نہ کوئی چھوٹا، بس سب اس کے در کے سوالی ہیں۔

الحمدللہ، اس چہل قدمی کے دوران ہمیں ایک کیمپ میں چائے اور کیک نصیب ہوا، تو دوسرے کیمپ میں بریانی! رب کی ایسی نعمتیں تھیں کہ دل باغ باغ ہو گیا۔ دیر رات ہم اپنے کیمپ واپس آ گئے۔ منیٰ کا وہ کیمپ سب سے آخری 'D' کیٹیگری کا تھا- ٹینٹ بہت تنگ تھے، واش روم کی کمی تھی اور کھانے کا معیار اوسط سا تھا۔ لیکن، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان معمولی دشواریوں کے بیچ بھی سکون کے لمحے عطا کیے۔

حج کمیٹی کے انتظامات اور حقیقت

انڈین حج کمیٹی کا منیٰ کا انتظام بہت ہی اوسط قسم کا ہوتا ہے، جسے اور بہتر بنایا جانا چاہیے۔ اس میں ہماری حج کمیٹی اور ان کے اہلکاروں کی کمیاں ہیں۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ تقریباً سارے اہلکار ایمان والے ہی ہوتے ہیں۔ انتظامیہ کے حوالے سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے تجربے میں ایک بڑا فرق تھا۔ مدینہ میں حاجیوں کو باہر سے ہی کھانے کا بندوبست کرنا پڑتا تھا۔ اس کے برعکس، مکہ کے عزیزیہ (Aziziya) علاقے کے فلیٹس میں سہولتیں کافی مکمل تھیں۔ وہاں مشترکہ کچن (Shared Kitchen)، گیس اور فرج کا مکمل انتظام تھا، جہاں حج مسافر اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق خود کھانا تیار کر سکتے تھے۔ مکہ کی اس مصروفیت کے بیچ، اپنوں کے ساتھ مل کر کھانا بنانا ایک گھریلو سکون کا احساس دلاتا تھا۔ ایک بڑی تبدیلی جو اس سال ہوئی، وہ یہ تھی کہ ہمارے ٹینٹ میں AC لگے ہوئے تھے۔ جبکہ، پچھلے سال تک انڈین حج کمیٹی کے ٹینٹ 'ایئر کولڈ' ہوا کرتے تھے۔ AC لگنے سے گرمی سے راحت تھی۔

دوسری بات، پورے سفر حج میں یعنی ۴۰-۴۵ دنوں میں سے صرف منیٰ کے ۵ دن ہی ہماری حج کمیٹی کھانا دینے کا انتظام کرتی ہے، جبکہ دنیا کی کوئی اور سرکاری حج کمیٹی ایسا نہیں کرتی، سب کے یہاں حاجیوں کو کھانا دینے کا مکمل انتظام ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑی کمی ہے۔

اس کے برعکس ایک بڑی اچھی بات یہ ہے کہ ہماری سرکاری حج کمیٹی تقریباً ۳،۵ لاکھ فی حاجی فیس لے رہی تھی، جبکہ پرائیویٹ حج آپریٹرز ان تھوڑی سی کمیوں کو دور کرنے کے عوض اس کا دوگنا، یعنی ۶ سے ۱۰ لاکھ روپے وصولتے ہیں۔ ان پرائیویٹ ٹور آپریٹرز کا یہ ایک بڑا منافع خور کاروبار ہے۔ الحمدللہ، ہمارے غریب ملک کا مڈل کلاس حاجی حج کمیٹی کی وجہ سے کفایتی طور پر حج کر پاتا ہے۔

۱۳۔ طوافِ زیارت – حج کا سب سے اہم رکن

طوافِ زیارت (جسے طوافِ افاضہ بھی کہا جاتا ہے) حج کا ایک سب سے اہم اور رکن ہے۔ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔

- **یہ کب کیا جاتا ہے؟** یہ ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں بڑے شیطان کو کنکر مارنے (رمی)، قربانی اور سر منڈوانے (حلق) کے بعد مکہ جا کر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسے ۱۱ یا ۱۲ ذوالحجہ کے مغرب تک بھی کیا جا سکتا ہے۔
- **اس کی اہمیت (رکنِ حج) :** حج کے تین قسم کے طواف ہوتے ہیں، لیکن طوافِ زیارت فرض ہے۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد ہی ایک حاجی پر وہ پابندیاں ختم ہوتی ہیں جو احرام کی وجہ سے لگی تھیں (جیسے میاں بیوی کا رشتہ)۔
- **کرنے کا طریقہ :** یہ عام طواف کی طرح ہی کعبہ کے سات چکر لگا کر کیا جاتا ہے۔ چونکہ حاجی اس وقت تک احرام کھول چکا ہوتا ہے اور سلا ہوا لباس پہن لیتا ہے، اس لیے یہ طواف عام کپڑوں میں ہی کیا جاتا ہے۔

منیٰ کی مشقت، عرفات کی دھوپ اور مزدلفہ کی رات گزارنے کے بعد، جب حاجی دوبارہ 'بیت اللہ' (اللہ کے گھر) پہنچتا ہے، تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر لمبے سفر کے بعد اپنے اصل گھر لوٹ آیا ہو۔ تھکاوٹ کے باوجود کعبہ کو دیکھ کر جو تازگی ملتی ہے، وہ بیاں سے باہر ہے۔

- **ایک مشورہ** 10 **:** ذوالحجہ کو حرم شریف میں بے انتہا بھیڑ ہوتی ہے۔ بہت سے حاجی جو جسمانی طور پر تھوڑے کمزور ہوتے ہیں، وہ ۱۱ یا ۱۲ کی رات کو طوافِ زیارت کرنا پسند کرتے ہیں تا کہ سکون سے عبادت کر سکیں۔

دیر رات اپنے کیمپ پہنچنے کے بعد، چند گھنٹے ہی سو پائے تھے۔ صبح فجر کی نماز ادا کی، چائے اور ناشتہ کر کے ہم شیئرڈ ٹیکسی سے طوافِ زیارت کے لیے حرم کی طرف چل پڑے۔ ہمارے ساتھ بلڈنگ کے پڑوسی بھی تھے۔ الحمدللہ! طوافِ زیارت اور سعی کر کے یہ فرض ارکان اطمینان سے مکمل ہوا، جو حج کا اہم حصہ ہے۔ حرم شریف سے شٹل بس کے ذریعے ہم جمرات پہنچے۔ اطمینان سے تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ رمی کا یہ ارکان پورا کرنے کے بعد ہم اپنے کیمپ کی اور روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم ابھی کیمپ نہیں جائیں گے۔ ہمارے باقی ساتھی تو کیمپ کی طرف چلے گئے، لیکن ہم دونوں مسجد الخیف میں عبادت اور آرام کے لیے رک گئے۔



مسجد الخیف میں عبادت اور دعا

مسجد الخیف کی ٹھنڈی فضا میں سکون تھا۔ ظہر کی نماز اور کچھ نفل ادا کرنے کے بعد، ہم مسجد میں ہی تھوڑی دیر لیٹ گئے۔ مسجد کا AC پلانٹ بہت زیادہ کولنگ کر رہا تھا، جس کی وجہ سے ہلکی جھپکی تو لگی، لیکن گہری نیند نہیں آ سکی۔ باہر دھوپ شدید تھی، اس لیے ہم نے عصر کی نماز کے بعد مغرب تک وہیں رکنے کا ارادہ کر لیا۔

عصر اور مغرب کے درمیاں ایک بہت ہی جدید نظارہ دیکھا۔ مسجد میں امام سے سوال جواب کے لیے ویڈیو کالنگ کیوسک لگے تھے، جن میں دنیا کی مختلف زبانوں میں سوال پوچھنے کا انتخاب تھا۔ میں نے اردو میں سوال کیا، تو اردو ٹرانسلیٹر کے ساتھ ویڈیو کانفرنسنگ میں سیدھے مسجد الخیف کے امام موجود تھے۔ میں نے ان سے کوئی تکنیکی سوال نہیں کیا، بس غزہ کے مظلوم فلسطینیوں کے حق میں دعا کرنے کی گزارش کی اور کال کاٹ دی۔

مغرب کی نماز کے بعد ہم باہر نکلے۔ پیروں میں درد کی وجہ سے بیگم کو لے کر مسجد کے پاس کے سرکاری ہسپتال چلے گئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہسپتال بہت صاف ستھرا تھا اور وہاں مفت علاج کی بہترین سہولیات تھیں۔ محض ۲۰-۲۵ منٹ میں ڈاکٹر کو دکھایا، کریم اور درد کی دوا لے کر ہم منیٰ کیمپ کی طرف نکل پڑے۔

حج کی تکمیل-رب کی رضا اور سکون

ہسپتال سے کیمپ کی طرف جانے والا راستہ بہت بھیڑ بھاڑ والا تھا۔ جگہ جگہ میڈیکل کیمپ لگے تھے۔ مسجد الخیف سے ہمارا کیمپ محض ایک میل سے بھی کم دوری پر تھا، لیکن انتظامیہ

کے ڈائیورژن کی وجہ سے ہمیں گھوم کر جانا پڑا۔ تقریباً ۳ میل کا یہ فاصلہ ایک گھنٹے سے بھی زیادہ وقت میں پورا ہوا۔

الحمدللہ، آج پھر ہم نے دوسرے ملک کے کیمپ سے کھانا (مرغی چاول) لے کر کھایا اور کچھ کھانا اپنے کیمپ بھی لے گئے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد کیمپ میں چند گھنٹے سوئے۔ پھر صبح فجر کی نماز کے بعد چائے اور ہلکا ناشتہ کر کے ہم بیگم کے ساتھ جمرات کی طرف نکل پڑے۔

اس بارے میں ایک خاص بات تھی - حالانکہ ہمارے کیمپ کے سبھی حاجی 'زوال' کے بعد ہی نکلنے والے تھے (کیونکہ احناف کے نزدیک زوال سے مغرب تک کا وقت شیطان کو کنکر مارنے کا ہوتا ہے)، لیکن میں نے حج ٹرینر ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب سے واٹس ایپ پر مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک فجر کے بعد سے ہی کنکر مارے جاسکتے ہیں۔ گرمی کی شدت (۴۵ ڈگری) کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہم نے صبح ہی کنکر مارنے کا فیصلہ کیا۔

صبح صبح جب ہم جمرات کی طرف نکلے، تو بنارس کے ایک حاجی بھی ہمارے ساتھ ہو لیے۔ راستہ سیدھا تھا اور صبح ہونے کی وجہ سے بھیڑ بھی بہت نہیں تھی۔ محض ۱۵-۲۰ منٹ میں ہم پہنچ گئے۔ ہم نے تینوں شیطانوں کو کنکر مار کر انہیں ذلیل کیا اور ربِ کائنات کی کبریائی بلند کی۔ صبح کے محض ۷ بجے ہوں گے اور اللہ کے کرم سے حج کے سبھی ارکان پورے ہو چکے تھے!

رب کا شکر ادا کرتے ہوئے، ہم پیدل ہی عزیزیہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک بڑا شاندار نظارہ تھا- مقامی لوگ کولڈ ڈرنک اور جوس بہت محبت سے پیش کر رہے تھے، جو اس

سفر کی تھکان کو روحانی خوشی میں بدل رہا تھا۔ تقریباً ا میل کا وہ فاصلہ پیدل ہی کٹ گیا اور پتہ بھی نہیں چلا۔ روڈ پر پہنچ کر ہمیں تین سواریوں کے لیے محض ۲۰ ریال میں ٹیکسی مل گئی اور ہم عزیزیہ ہوٹل تک پہنچ گئے۔ صبح ۸-۸:۳۰ بجے ہم اپنے کمرے میں تھے۔

اس طرح، حج کے سبھی ارکان مکمل ہو چکے تھے۔ بس اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس ناقص کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ آمین!

۱۴۔ وداع کی گھڑیاں اور مڑ مڑ کر دیکھتا وہ دل

یہ منظر ہر حاجی کے دل کی اس کشمکش کو بیان کرتا ہے، جہاں ایک طرف وطن واپسی کی خوشی ہوتی ہے اور دوسری طرف 'بیت اللہ' (اللہ کے گھر) سے بچھڑنے کا غم۔ آنکھوں کا مڑ مڑ کر دیکھنا دراصل روح کا وہ کھنچاؤ ہے جو اس مقدس چوکھٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔

12 ذوالحجہ (۸ جون) کی شام تک میں نے اپنا 'طوافِ وداع' مکمل کر لیا تھا۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ اس کے بعد حرم سے رخصتی ہو جانی چاہیے، لیکن میری وطن واپسی میں ابھی تین دن باقی تھے۔ واپسی سے پہلے مجھے دوبارہ اور طواف کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

بالآخر ۱۱ جون کی وہ گھڑی آ ہی گئی جب مجھے آخری بار بیت اللہ کا دیدار کرنا تھا۔ یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ حرم کے دروازوں سے باہر نکلتے ہوئے، گلیوں کے ہر موڑ اور ہر کونے سے جہاں جہاں سے کعبہ کی کالی دیواریں اور سنہرا غلاف نظر آ رہا تھا، میں مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا۔ قدم آگے بڑھ رہے تھے، مگر نظروں کا زاویہ (Angle) پیچھے کی طرف تھا۔ دل میں ایک ٹیس سی اٹھ رہی تھی اور ایک چبھن سی محسوس ہو رہی تھی: 'کیا اب دوبارہ یہ دیکھنا نصیب ہو گا؟' یہ وہ کسک ہے جو ہر زائر کو تڑپاتی ہے۔ انسان مکہ چھوڑ دیتا ہے، مگر اس کا دل وہیں حرم کے صحن میں کہیں زمزم کے کنویں اور کعبہ کے سائے کے بیچ چھوٹ جاتا ہے۔

۱۵۔ قبولیت کی گونج اور ٹھنڈی ہوا کا جھونکا

12 اور ۱۳ جون کی وہ درمیانی رات تھی، جب میں پورے ۴۵ دن بعد اپنے وطن، اپنے گھر واپس لوٹ چکا تھا۔ جسم سفر کی تھکان سے چور تھا، مگر روح اب بھی عرفات کے اس میدان اور حرم کی ان گلیوں میں بسی تھی، جہاں ہم سب نے مل کر غزہ کے مظلوموں کے لیے رورو کر دعائیں مانگی تھیں۔

میرا یقین تھا کہ مظلوم کی آہ اور اللہ کے عرش کے بیچ کوئی پردہ نہیں ہوتا، مگر قدرت اپنا جواب اتنی جلدی دکھائے گی، اس کا اندازہ نہ تھا۔ ابھی گھر لوٹے کچھ ہی گھنٹے گزرے تھے کہ خبر آئی - اسرائیل نے ایران پر حملہ کر کے خود اپنی شامت کو دعوت دے دی ہے۔

عرفات کے میدان میں جو سسکیاں اور جو شکایتیں ہم نے اپنے رب کے حضور درج کرائی تھیں، ایسا محسوس ہوا کہ قدرت نے ان کے جواب کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اگلے کچھ دنوں میں جو منظر دنیا نے دیکھا، وہ ظالم کے غرور کے ٹوٹنے کی شروعات تھی۔ حالانکہ، یہ بدلہ ان بے گناہوں پر ہوئے اسرائیلی ظلم کے مقابلے ہزاروں حصہ بھی نہیں تھا، لیکن پھر بھی میرے دل کو ایک عجب تسکین تھی۔ اسرائیل کی وہ پٹائی اور وہ خوف، جسے پوری دنیا نے دیکھا، اس نے میرے جیسے لاکھوں حاجیوں اور کروڑوں مومنوں کے زخمی دلوں پر مرہم کا کام کیا۔ ایسا لگا مانو تپتے ہوئے صحرا میں اچانک ٹھنڈی ہوا کا کوئی ہلکا سا جھونکا آ گیا ہو۔

وہ دعائیں، جو عرفات کی ریت میں جذب ہوئی تھیں، اب حقیقت بن کر ابھر رہی تھیں۔ مظلوموں کے حق میں اٹھی ان آوازوں نے شاید عرش کو ہلا دیا تھا۔ بھلے ہی یہ ظالم کے ظلم کا پورا حساب نہ تھا، مگر اس نے ثابت کر دیا کہ مظلوم بے سہارا نہیں ہے، اس کا ولی اللہ ہے۔

میراجؔ تب شروع ہوا تھا جب میں نے غزہ کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے، اور میراجؔ تب مکمل ہوا جب میں نے ان دعاؤں کے اثر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ سفر نامہ محض ایک مسافر کی ڈائری نہیں، بلکہ ایک مومن کے یقین کی جیت ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی
رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

۱۶۔ کچھ مشورے میری نگاہ میں

ہمارے ملک اور بالخصوص پورے برِ صغیر میں یہ تصور عام ہے کہ حج پر آنے والا بیشتر مسافر خود کو "چنے ہوئے لوگوں" میں شمار کرنے لگتا ہے۔ خاص طور پر خواتین میں یہ بات زوروں پر ہے کہ حطیم میں قیام، حجرِ اسود کا بوسہ یا کچھ مخصوص وظائف پڑھ لینے سے بخشش کی کوئی "گارنٹی" مل جائے گی۔ شاید ہمارے علماء اور مولویوں نے بھی اسی قسم کی ظاہری عبادتوں پر اتنا زور دیا ہے کہ لوگ دین کی اصل روح کو بھول بیٹھے ہیں۔

میرے کمرے میں میرے ہی شہر کی ایک ہم عمر فیملی ٹھہری ہوئی تھی۔ ایک دن ان محترمہ نے اپنے شوہر کو بڑی تاکید کے ساتھ کچھ وظیفے اور دعائیں بتاتے ہوئے کہا، "آج حرم میں اتنی اتنی مرتبہ یہ پڑھ کر اپنی مغفرت کرا لینا "! ان کی اس معصومیت بھری بات پر مجھے ہنسی بھی آئی اور تھوڑی حیرت بھی ہوئی۔ میں نے مسکرا کر کہا، "کیا مغفرت کی بھی کوئی ایسی سکیم آئی ہے ؟"

دراصل، ہم نے اللہ کی رحمت کو محض گنتی کے چند وظیفوں میں محدود کر دیا ہے۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ وہاں مغفرت کرانے نہیں، بلکہ "مغفرت کی بھیک مانگنے" جانا ہے۔ یہ کوئی لین دین کا معاملہ نہیں، بلکہ توبہ اور بندگی کا مقام ہے۔ انسان جب تک اپنے نفس کے تکبر کو نہیں توڑتا، محض حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا گنتی کے وظیفے پڑھنے سے بات نہیں بنتی۔

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

ایک اہم مشاہدہ

حرمِ پاک میں ایک عجیب منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ لوگ حجرِ اسود کا بوسہ لینے یا حطیم کے اندر نماز پڑھنے کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے ہیں کہ دوسروں کو دھکے دینے، کہنیاں مارنے اور تکلیف پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ (سوچنے کی بات) ہے کہ ہم ایک 'مستحب' عمل کو پورا کرنے کے لیے ایک 'واجب' حکم کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔

کسی مومن کا دل دکھانا یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان ایک ہاتھ سے گناہ کر رہا ہے اور دوسرے ہاتھ سے ثواب کی امید رکھ رہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو تکلیف پہنچا کر اللہ کی رضا حاصل کر لیں؟ حطیم میں داخل ہونا اور وہاں سجدہ کرنا بے شک سعادت ہے، مگر اس سجدے کی روح کیا ہے؟ اگر اس سجدے کے پیچھے کسی ضعیف مسافر کی سسکی یا کسی کمزور انسان کا دھکا شامل ہے، تو کیا وہ عبادت اپنی اصل روح کھو نہیں دیتی؟

تصور یہ ہونا چاہیے کہ حرم کی حدود میں ہم سب سے چھوٹے اور سب سے عاجز (Humble) بن کر رہیں۔ بوسہ مل جائے تو نصیب، اور اگر بھیڑ کی وجہ سے نہ مل سکے تو دور سے اشارہ (استلام) کر لینا بھی اسی سنت کا حصہ ہے۔ عبادت زبردستی چھیننے کا نام نہیں، بلکہ خود کو سپردِ خاک (Surrender) کر دینے کا نام ہے۔

لوگ مکہ پہنچ کر ایک کے بعد ایک کئی عمرہ کرنے کی دوڑ میں لگ جاتے ہیں۔ مسجدِ عائشہ کے چکر بہت لگتے ہیں، جس وجہ سے حرم میں بیٹھ کر کعبہ کا دیدار اور طواف کرنے کا وقت کم ہو جاتا ہے۔ کعبہ کے دیدار میں جو لذت اور روحانی سکون ہے، وہ لفظوں میں بیاں نہیں کیا جا

سکتا۔ یہ وہ منظر ہے جس کے لیے انسان برسوں تڑپتا ہے۔ ہر لمحے کو قیمتی سمجھیں اور اس دیدار کا بھرپور لطف لیں۔ اپنے دل میں یہ خیال رکھیں کہ شاید پھر کبھی ایسا موقع میسر ہو یا نہ ہو۔

عبادت کی روح اور ہماری بے صبری

مدینہ پہنچتے ہی ایک بات دل کو کچوٹنے لگی۔ ہوٹل کی ان چار لفٹوں کے سامنے سامان کو کمروں تک پہنچانے کی جو اندھی دوڑ میں نے دیکھی، اس نے مجھے سوچ میں ڈال دیا۔ ہر شخص اس للک میں تھا کہ بس 'میں' پہلے پہنچ جاؤں۔ یہی منظر مدینہ سے رخصت ہوتے وقت بھی رہا، لوڈر تک اپنا سامان پہلے پہنچانے کی وہ عجیب ہڑبڑی اور بے صبری، جیسے کوئی جنگ جیتنی ہو۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ہر مسافر اور اس کے سامان کو ساتھ لیے بنا کارواں کو آگے بڑھنا ہی نہ تھا۔

عزیزیہ کی مسجدِ محفوظ کے پاس بھی حاجیوں کا یہی حال دکھا۔ بعد میں مسجد آنے والوں کے لیے جگہ دینے میں وہی عجیب سی بے رخی اور تلخی نظر آئی۔ اس وقت دل نے تڑپ کر سوال کیا- کیا ہم یہاں اسلام کے پانچویں رکن کی ادائیگی کے لیے جمع ہوئے ہیں؟ بڑا افسوس ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ ہم نے حج کو صرف کعبہ کے گرد چکر لگانے، صفا و مروہ کے بیچ دوڑنے اور جمرات کی دیواروں پر کنکر مارنے تک محدود کر دیا ہے۔ ہم نے مناسکِ حج کو تو رٹ لیا، مگر اس 'روح' سے بیزار رہے جو ہمیں انسانیت، ایثار (دوسروں کو ترجیح دینا) اور صبر سکھاتی تھی۔

حج: عبادت یا گناہوں پر پردہ؟ ایک کڑوا سچ

برِ صغیر کے مسلمانوں کا لین دین اور اخلاقی رویہ جگ ظاہر ہے، اور میں بھی اسی معاشرے کا حصہ ہوں۔ یہاں دینداری کا ایک عجیب معیار (Standard) بن چکا ہے۔ لوگ عمر بھر بہنوں کا حصہ دباتے ہیں، کاروبار میں پارٹنر کو دھوکہ دیتے ہیں اور سرکاری ملازمت میں رشوت کی کمائی سے اپنے گھر بھرتے ہیں۔ پھر ریٹائرمنٹ کے بعد یا بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ کر داڑھی رکھ لیتے ہیں اور بیوی سمیت ۷-۸ لاکھ روپے لگا کر حج کر آتے ہیں۔ تصور یہ ہوتا ہے کہ برسوں کی بے ایمانی، حرام کمائی اور اپنوں کا حق مارنے کا سارا معاملہ ان چند لاکھ روپوں اور مکہ کی حاضری سے نپٹ جائے گا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ 'نومولود' (نوزائیدہ بچے) کی طرح پاک صاف ہو کر آئے ہیں اور معاشرے میں 'حاجی صاحب' بن کر اتراتے پھرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ 'حقوق العباد' (بندوں کے حق) کے معاملے میں بہت سخت ہے۔ جب تک اس بہن کو اس کا حق نہیں ملے گا جس کا حصہ کھایا گیا ہے، یا اس پارٹنر کی تلافی نہیں ہوگی جس کا نقصان کیا گیا ہے، تب تک محض کعبہ کے چکر لگانے سے روح پاک نہیں ہوتی۔ حج گناہوں سے پاک ہونے کا نام ہے، مگر ان گناہوں سے جو اللہ اور بندے کے بیچ ہیں۔ جو زیادتیاں انسانوں کے ساتھ کی گئی ہیں، ان کا حساب یہیں زمین پر چکتا کرنا ہوگا۔ ہم نے حج کو اللہ کے ساتھ ایک 'لین دین' کی سکیم بنالیا ہے، جبکہ یہ تو اپنے نفس کو مٹانے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا عہد (Promise) ہے۔

سفر کی حکمت: عبادت یا سامان کا بوجھ؟

میرے تجربے کا ایک مشورہ: حج کے دوران اکثر زائرین ایک بڑی غلطی کرتے ہیں۔ چاہے آپ پہلے مدینہ جائیں یا مکہ، لوگ شروع کے دنوں میں ہی خریداری شروع کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں یہ سوچ کر کھجوریں خرید لی جاتی ہیں کہ یہاں سستی مل رہی ہیں۔ محض ۲-۴ ہزار روپے کی اس سودے بازی کے چکر میں آپ اس بڑے مقصد کو بدمزہ کر دیتے ہیں جس کے لیے آپ یہاں آئے ہیں۔ سامان کی گٹھڑیوں کا بوجھ لادے ہوئے مدینہ سے مکہ کا سفر کرنا نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ پھر مکہ پہنچ کر ان کھجوروں کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے سامان کھول کر ہوا دکھاتے پھرنا، عبادت کے وقت کو ضائع کرنا ہے۔

میری رائے میں صحیح طریقہ

عام طور پر پہلی فلائٹ والوں کی وطن واپسی بھی ۱۵ یا ۱۶ ذوالحجہ سے پہلے شروع نہیں ہوتی۔ حج کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے پاس آرام سے ۲-۳ دن کا وقت بچتا ہے۔ اس وقت سکون سے کھجوریں اور دیگر سامان خریدیں۔ حج کو 'عبادت کا محور' بنائیں، نہ کہ بازار کا۔ سامان کا بوجھ جتنا کم ہو گا، روح کا بوجھ بھی اتنا ہی ہلکا محسوس ہو گا اور آپ اپنا سارا دھیان اللہ کی یاد میں لگا سکیں گے۔

ایک آخری بات

سفرِ حج ایک بے حد خوبصورت اور روحانی تجربہ ہے، جس کی لذت اور کیفیت صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جسے اس مقدس سفر کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔ یہ اسلام کے پانچ بنیادی

ارکان میں سے ایک عظیم فرض ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اس سفر کے لیے مجبور نہیں کیا، یہ صرف ان پر فرض ہے جو صاحبِ استطاعت ہیں- جن کے پاس زادِ راہ (سفر کا خرچ) ہو، پیچھے اہلِ وعیال (خاندان) کے لیے مکمل انتظام ہو اور جسم میں سفر کی سکت ہو۔

آج کے دور میں، پچھلے ۲۰-۲۵ سالوں میں سہولتوں کے بڑھنے سے یہ سفر اب ضعیف (بزرگ) اور معذور لوگوں کے لیے بھی آسان ہو گیا ہے۔ یہاں میرا ایک مشورہ ہے؛ جو لوگ آج صاحبِ حیثیت ہیں اور جنہیں اپنے والدین کی طرف سے وراثت میں اتنا مال ملا ہے کہ اس سے آسانی سے حج کیا جا سکے، انہیں غور کرنا چاہیے۔ اگر ان کے مرحوم والدین اپنی زندگی میں کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کر سکے ہوں، تو وارثوں کا یہ اخلاقی فرض بنتا ہے کہ اس وراثت کے مال سے سب سے پہلے اپنے والدین کا یہ قرض ادا کریں۔ جب ہم ان کے چھوڑے ہوئے اثاثوں (Assets) کے مالک بنتے ہیں، تو ان کی ادھوری ذمہ داریوں کا بوجھ بھی ہمارے ہی کندھوں پر آتا ہے۔

اللہ ہم سب کو اپنے والدین کے حقوق اور ان کے ادھورے نیک کاموں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (باقی اس مسئلے کی باریکیاں اپنے اپنے علمائے کرام سے ضرور سمجھ لیں۔)


Hajj Map
(5) MUZDALIFAH
(4) ARAFAT
(3) MINA
(1) MEEQAT
(2) MAKKAH